ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
40
www.tanzeem.org
26محرم تا2صفر المظفر1439ھ/17تا23اکتوبر2017ء

اس شمارے میں

نظریاتی ڈیفالٹ سے بچیں!

سچے مومن کی علامات

مذہب کے ساتھ سنگین مذاق

مطالعۂ کلام اقبال

پارلیمنٹ میں ختم نبوت کے
خلاف ناکام سازش

کیا یہ امتی ہیں؟

اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

نکاح کی اہمیت

اقامتِ دین، جدوجہد ناگزیر ہے

یہ دین جدوجہد اور جہاد کے بغیر ہرگز قائم نہیں ہوسکتا۔ یہ دائمی جدوجہد عمل اور مقابلہ چاہتی ہے۔ اس کے لیے قربانی دینے والے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو لوگوں کو اس کی طرف لانے کی سعی و جہد کریں، انہیں غیر کی عبادت سے نکال کر ایک اللہ کی عبادت کی طرف لائیں، زمین میں اللہ کی الوہیّت قائم کرنے کی کوشش کریں، جن لوگوں نے اللہ کے اقتدار کو غصب کیا ہے ان سے اسے واپس حاصل کریں، اور خدا کے حوالے کریں، لوگوں کی زندگیوں میں اللہ کی شریعت کو قائم کریں اور لوگوں کو اللہ کے قانون پر قائم کریں۔ اس مقصد کے لیے جدوجہد ضروری ہے۔ اگر انفرادی طور پر لوگ گمراہ ہوں اور ارشاد و رہنمائی کے محتاج ہوں تو انہیں بہتر رہنمائی مہیا کریں۔ اگر کوئی باغی قوت حق کا راستہ روک رہی ہو تو اسے قوت سے درست کریں یا راستے سے ہٹا دیں، تا کہ دین قائم ہو سکے اور خدا کا قانون برپا ہو سکے۔ یہ اجتماعی کوشش کے بغیر ممکن نہیں جو ایک منظّم جماعت کی رفاقت میں کی جانی چاہیے۔

سید قطب شہیدؒ

الھدیٰ (775)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

قانونِ الٰہی کی حکمت عملی

سُورۃُ مَریَم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 75، 76

قُلۡ مَنۡ کَانَ فِی الضَّلٰلَۃِ فَلۡیَمۡدُدۡ لَہُ الرَّحۡمٰنُ مَدًّا ۬ۚ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوۡا مَا یُوۡعَدُوۡنَ اِمَّا الۡعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَۃَ ؕ فَسَیَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ ہُوَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّ اَضۡعَفُ جُنۡدًا ﴿۷۵﴾ وَ یَزِیۡدُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اہۡتَدَوۡا ہُدًی ؕ وَ الۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیۡرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

آیت ۷۵ ﴿قُلۡ مَنۡ کَانَ فِی الضَّلٰلَۃِ فَلۡیَمۡدُدۡ لَہُ الرَّحۡمٰنُ مَدًّا ۚ﴾ ’’(اے نبی ﷺ!) آپ اِن کو بتا دیجیے کہ جو کوئی گمراہی میں پڑ جاتا ہے تو رحمٰن اسے بہت زیادہ ڈھیل دے دیتا ہے۔‘‘

یہ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ اور قانون ہے کہ جو شخص فہم و شعور کے باوجود گمراہی میں پڑنا پسند کر لیتا ہے تو وہ اس کی رسّی دراز کرتا ہے اور اسے دُنیوی نعمتوں سے نوازتا چلا جاتا ہے۔

﴿حَتّٰۤی اِذَا رَاَوۡا مَا یُوۡعَدُوۡنَ اِمَّا الۡعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَۃَ ؕ﴾ ’’یہاں تک کہ جب وہ دیکھ لیں گے جس کی انہیں وعید دی جا رہی ہے‘ خواہ عذاب ہو یا قیامت!‘‘

﴿فَسَیَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ ہُوَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّ اَضۡعَفُ جُنۡدًا ﴿۷۵﴾﴾ ’’تب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے مقام و مرتبہ میں بدتر اور (کون ہے) لاؤ لشکر کے اعتبار سے کمزور تر۔‘‘

دُنیوی زندگی تو ایک سراب کی مانند ہے۔ جب آخرت میں حقیقت کھل کر سامنے آئے گی تب انہیں پتا چلے گا کہ اصل میں مقام و مرتبہ اور طاقت و قوت کے لحاظ سے کون بڑھ کر تھا؟ محمد ﷺ یا ابوجہل؟

آیت ۷۶ ﴿وَ یَزِیۡدُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اہۡتَدَوۡا ہُدًی ؕ﴾ ’’اور اللہ بڑھاتا ہے ان لوگوں کو ہدایت میں جنہوں نے ہدایت اختیار کی۔‘‘

﴿وَ الۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیۡرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾﴾ ’’اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں آپؐ کے ربّ کے نزدیک بدلے کے اعتبار سے بھی اور بہتر ہیں انجام کے اعتبار سے بھی۔‘‘

یہ مال و دولتِ دنیا سب یہیں کی چیزیں ہیں اور یہیں رہ جائیں گی۔ بقا اور دوام اگر کسی چیز کو ہے تو وہ نیک اعمال ہیں۔ انسان کے ساتھ عالمِ آخرت میں بھی نیک اعمال ہی جائیں گے۔ جب کوئی نیک شخص جنت میں پہنچے گا تو اپنے نیک اعمال کو جنت کی نعمتوں کی شکل میں اپنا منتظر پائے گا۔

فرمان نبویؐ

مرنے کے بعد صرف عمل ساتھ رہتا ہے

عَنۡ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ ((یَتۡبَعُ الۡمَیِّتَ ثَلٰثَۃٌ فَیَرۡجِعُ اِثۡنَانِ وَیَبۡقٰی وَاحِدٌ۔ یَتۡبَعُہٗ اَہۡلُہٗ وَمَالُہٗ وَ عَمَلُہٗ فَیَرۡجِعُ اَہۡلُہٗ وَمَالُہٗ وَیَبۡقٰی عَمَلُہٗ)) (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’(مرنے کے بعد قبر تک) میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو چیزیں لوٹ آتی ہیں اور ایک چیز اس کے ساتھ رہتی ہے۔ (1) اس کا کنبہ اور رشتے دار (2) اور اس کا مال (3) اور اس کا عمل۔ (دفن کے بعد) پہلی دو چیزیں پلٹ جاتی ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔‘‘

تشریح :موت کے بعد تجہیز و تکفین ہوتی ہے۔ نہ تو مال و دولت ساتھ جاتی ہے اور نہ خونی رشتہ دار، ماں، بیوی، بیٹا ساتھ جاتے ہیں۔ سوائے مرحوم کے عمل کے (وہ برا ہے یا بھلا) اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہیں جائے گی۔ عمل ہی اس کا رفیق اور وفا شعار دوست ہے جو کسی حال میں بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ زندگی میں انسان جس قسم کا سرمایۂ عمل جمع کرتا رہا ہے اس کے نتائج اور طبعی اثرات آخرت میں اس کا تعاقب کرتے رہیں گے، دوست بن کر یا دشمن بن کر۔

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظریاتی ڈیفالٹ سے بچیں

اجتماعی زندگی کے آغاز ہی سے سرمائے اور وسائل کا رول اہم ہوگیا،لیکن اُس کے باوجود تاریخ میں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ قبیلہ کا سردار مالی لحاظ سے بہت کمزور ہوتا،البتہ خود قبیلہ کی مجموعی قوت اور حیثیت کا انحصار پھر بھی وسائل کی دستیابی پر تھا۔جب ریاستیں اور سلطنتیں وجود میں آ گئیں تو ان کی بقاء اور سلامتی میں سرمائے کے رول میں مزید اضافہ ہوگیا۔لیکن یورپ میں صنعتی انقلاب کے بعد آپ کہہ سکتے ہیں کہ سرمائے نے ایک طرح کا ٹیک اوور کرلیا۔آج یہ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی ملک یا قوم عسکری لحاظ سے بہت مضبوط،مستحکم اور توانا ہو جبکہ وہ معاشی لحاظ سے بدحالی کا شکار ہے۔معاشی قوتیں عالمی سیاست کو کنٹرول کر رہی ہیں۔گزشتہ صدی میں گلوبلائزیشن کے عمل نے غریب اور مقروض قوموں کو عملی طور پر بڑی معاشی قوتوں کا غلام بنا دیا چاہے دیکھنے کو اُن کے اپنے ہی لوگ اُن پر حکمران ہوتے ہیں لیکن وہ اپنی پالیسیاں بنانے میں ہرگز آزاد نہیں ہوتے۔وہ قرض خواہان کی ڈکٹیشن قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔اس صورت حال نے ہوس زر کو سیاسی اور عسکری ضرورت بنا دیا۔

جنگ عظیم دوم کے بعد جب عالمی قوت کا مرکز لندن سے واشنگٹن منتقل ہوا تو امریکہ نے پسماندہ ممالک کے وسائل لوٹنے کے لیے ہر حربہ اختیار کیا جس میں عسکری جارحیت بھی تھی اور معاشی جکڑ بندیوں سے بھی کام لیا۔سوویت یونین کو ایک غلط اور انتہائی غیر فطری نظام لے ڈوبا۔معاشی قوت بنے بغیر عسکری قوت بننے کی کوشش سے وہ اپنا وجود قائم نہ رکھ سکا لہٰذا شکست وریخت کا شکار ہوگیا۔چین ماؤ کے انقلاب کے بعد کچھ عرصہ تذبذب میں رہا۔لیکن جلد ہی زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے اگلی چینی قیادت نے آئرن کرٹن اوڑھ لیا۔اصولی طور پر وہ ’’ون چائنہ پالیسی‘‘ پر قائم رہے۔لیکن بیرونی دنیا سے جھگڑوں اور تصادم سے اُنہوں نے مکمل طور پر اپنے آپ کا بچا کر رکھا۔اگرچہ 1962ء میں ہند چینی سرحدی جھڑپیں ہوئیں۔ہندوستان چونکہ امریکی اسلحہ کے حصول کے لیے جنگ کا ڈرامہ رچا رہا تھا اور چین کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ اپنے علاقے میں داخل ہونے والے بھارتی فوجیوں کو مار بھگائے۔بہرحال یہ کسی طرح بھی ایک باقاعدہ جنگ نہیں تھی لہٰذا چین خود میں مگن معاشی ترقی میں مصروف رہا۔

1970ء میں امریکہ کے ذہین وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے یہ سمجھ لیا کہ معاشی ترقی کی شاہراہ پر گامزن چین کو اب الگ تھلگ نہیں رکھا جا سکتا لہٰذا عالمی سطح پر اُسے مین سٹریم میں لیا جانا چاہیے۔چین کی معاشی ترقی اُس کے عسکری استحکام اور توانا ہونے کا باعث بنی۔عالمی بڑوں کے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ چین کو بھی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا ویٹو پاور سے لیس ممبر بنا لیا جائے۔امریکہ نے اس دوران بہت مرتبہ کوشش کی کہ چین کو کسی نہ کسی طرح کسی جنگ میں ملوث کیا جائے تاکہ اُس کی بڑھتی ہوئی معاشی قوت کو واپسی لگ سکے یا کم از کم ٹھہراؤ آ جائے لیکن چین مشتعل نہ ہوا۔اپنے

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

26 محرم تا 2 صفر 1439ھ — جلد 26
17 تا 23 اکتوبر 2017ء — شمارہ 40

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر ’’مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

غصے کا اظہار بیان بازی سے کرتا رہا لیکن تصادم سے گریزاں رہا تاکہ معاشی ترقی متاثر نہ ہو۔

سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد پر ترقی کرتے ہوئے سپر قوت بن جانے والا امریکہ آغاز ہی سے اسلام دشمنی رکھتا تھا۔ لیکن اُسے پہلے دوسری سپر پاور سوویت یونین کو نیچا دکھانا تھا۔ لہٰذا امریکہ نے ظاہری طور پر مسلمان ممالک سے دوستی کا بہروپ بھرا۔ پاکستان چونکہ ایک نظریاتی ملک تھا لہٰذا امریکہ نے اُسے خاص طور پر فوکس کیا۔ اپنے قیام کے آغاز میں پاکستان کی مجبوری یہ تھی کہ اُس کے ایک طرف بھارت تھا جو تقسیم ہند کو اپنی شکست سمجھتے ہوئے اپنے زخم چاٹ رہا تھا اور پاکستان کو نیست و نابود کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ اور دوسری طرف سوویت یونین جو جغرافیائی لحاظ سے تو قریب تھا لیکن خدا دشمن اور مذہب بیزار نظریہ کا حامل تھا لہٰذا اُس دور میں پاکستان کا امریکہ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا سمجھ آتا ہے۔ غلطی کا ارتکاب یہ ہوا اور یہ ہمالائی غلطی تھی کہ اس نکتہ کو نہ سمجھا گیا کہ ملکوں اور قوموں کی دوستی مفادات کی بنیاد پر ہوتی ہے امریکہ کو حقیقی اور فطری دوست سمجھ لیا گیا۔ اور امریکہ سے سیٹو اور سنٹو جیسے معاہدات میں خود کو باندھ لیا۔

امریکہ کی سٹریٹیجی یہ تھی کہ سوویت یونین سے فارغ ہو کر اسلامی ممالک سے نمٹا جائے، لیکن اُس دوران بھی وہ فارغ نہ بیٹھا اور ایسے اقدام کرتا رہا تاکہ مسلمان ممالک معاشی لحاظ سے توانا نہ ہو سکیں۔ ساٹھ کی دہائی کے آغاز میں پاکستان معاشی لحاظ سے چین سے بہتر تھا۔ چودھری محمد علی کے بعد پاکستان کے جتنے وزیر خزانہ آئے، وہ سب امریکہ کی چوائس تھے۔ امریکہ سے قرضے لینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ سیاست دانوں اور جرنیلوں کو ایک منصوبے کے تحت کرپٹ کیا گیا۔ خزانے پر قرضوں کا بوجھ بڑھتا چلا گیا البتہ سویلین اور فوجی حکمران دونوں کے خزانے بیرون ملک جمع ہونا شروع ہو گئے۔ پاکستان کی معیشت کی کمر ٹوٹنے کی اصل اور بنیادی وجہ حکمرانوں کی یہ کرپشن ہی ہے۔ اس کرپشن نے پاکستان کو معاشی طور پر مفلوج کر دیا ہے۔ جب پاکستان کے حکمرانوں کی دولت بیرون ملک منتقل ہوئی تو انہوں نے اپنے بچے بھی ملک سے باہر بھیج دیئے لہٰذا ملک کے مفادات کا تحفظ اُن کے لیے ثانوی حیثیت اختیار کر گیا اور پاکستان کی معیشت تباہی کے راستے پر گامزن ہو گئی۔

پھر یہ کہ گزشتہ ستر سالوں میں پاکستان کئی مرتبہ اپنی اور پرائی جنگوں میں الجھا جس نے معیشت پر ناروا بوجھ ڈالا۔ خاص طور پر دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ میں ہم نے اربوں ڈالر جھونک دیئے۔ یہ دہشت گردی کے حوالے سے جو جنگ ہم اپنے ملک میں گھسیٹ لائے تھے اس سے دُنیا بھر میں یہ تصور اُبھرا کہ پاکستان دہشت گردی کی آماجگاہ ہے۔ اس سے پاکستان پر بیرونی سرمایہ کاری کے حوالہ سے کاری ضرب لگی اور عالمی سرمایہ کاروں نے پاکستان میں سرمایہ کاری سے گریز کیا علاوہ ازیں پاکستان کے شمالی علاقہ جات جو قدرتی حسن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور دنیا بھر کے سیاحوں کے لیے بڑی کشش رکھتے ہیں۔ یہ علاقے خاص طور پر دہشت گردی کے مرکز بنے جس سے ہماری سیاحتی آمدن بُری طرح متاثر ہوئی۔

موجودہ حکومت نے ترقی کے حوالے سے کان پھاڑ دینے والا پراپیگنڈا کیا۔ اربوں روپے اس تشہیر پر خرچ کر ڈالے۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کو اشتہار دیئے گئے۔ اس رقم سے کئی ہسپتال اور سکول بنائے جا سکتے تھے جو محض ذاتی تشہیر پر خرچ کیے گئے۔ علاوہ ازیں یہ میڈیا کی خدمت بھی ہے تاکہ میڈیا کو ہمنوا بنا کر سیاسی فائدہ حاصل کیا جا سکے۔ قصہ مختصر قارئین ندائے خلافت پاکستان کی مالیاتی صورتِ حال پر نگاہ ڈال لیں تاکہ معلوم ہو کہ پاکستان معاشی لحاظ سے اس وقت کس مقام پر کھڑا ہے۔ اور یہ معاشی ابتری اُسے کس انجام کی طرف دھکیل رہی ہے۔

پاکستان پر اس وقت 85 بلین ڈالر غیر ملکی قرضہ ہے۔ نواز شریف نے جب حکومت سنبھالی تو یہ قرض 50 بلین ڈالر تھا گویا نواز شریف کے چار سالہ اس دور میں 35 بلین ڈالر قرضہ لیا گیا جو کسی ایک حکومت میں لیا گیا ریکارڈ قرضہ ہے۔ 2007ء میں ہر پیدا ہونے والا بچہ 36600 روپے کا مقروض ہوتا تھا آج ہر پاکستانی 101300 روپے کا مقروض ہے۔ اگلے بجٹ کے لیے پاکستان کو 40 بلین ڈالر قرضہ کی ضرورت ہوگی۔ ہماری درآمدات 40.4 بلین ڈالر ہیں جبکہ ہماری برآمدات 22 بلین ڈالر ہیں۔ گویا تجارتی خسارہ 18.4 بلین ڈالر ہے۔ اس سال کے آخر میں پاکستان نے آئی ایم ایف کو 6.2 بلین ڈالر کی قسط ادا کرنا ہے جبکہ ہمارے حقیقی زرمبادلہ کے ذخائر 7.3 ہیں جو سال کے آخر تک اور کم ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ پاکستان میں سرمایہ کاری 14.01 فی صد سے کم ہو کر 5.7 فی صد رہ گئی ہے۔ یہ پاکستان کی معاشی صورتِ حال ہے جو انتہائی ہولناک ہے اور معاشی طور پر دیوالیہ ہونے کی تلوار ہمارے سر پر لٹک رہی ہے۔ لہٰذا پاکستان کا نظریاتی ریاست بن جانا تو دور کی بات ہے کیا پہاڑ جیسے قرضوں تلے دبا پاکستان ایک مسلمان ملک کی حیثیت سے بھی اپنا وجود قائم رکھ سکے گا؟ ہماری رائے میں اگر پاکستان مالیاتی لحاظ سے ڈیفالٹ کر جائے تو شاید بچت کی کوئی صورت نکل آئے لیکن اگر پاکستان نظریاتی لحاظ سے حتمی طور پر ڈیفالٹر ہو گیا تو یہ دنیا ہی نہیں آخرت کے لیے بھی خسارے کا باعث بنے گا۔

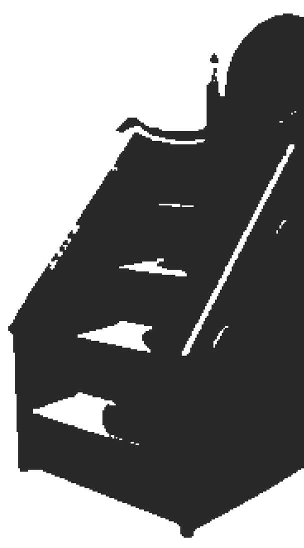

سچے مومن کی علامات

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 06 اکتوبر 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! ایک صالح معاشرہ کے خدوخال کیسے ہوتے ہیں، اس حوالے سے ہم نے گزشتہ جمعۃ المبارک سورۃ بنی اسرائیل کے اُن دو رکوعوں کا مطالعہ کیا جن میں ایک آوٹ لائن دی گئی تھی کہ اگر یہ معاشرتی اُصول اپنائے جائیں گے تو پھر وہ معاشرہ اسلامی معاشرہ کہلائے گا اور اس کی مثبت برکات بھی ظاہر ہوں گی۔ تاہم قیامت کے روز از روئے قرآن وہ مسلمان کامیاب قرار پائیں گے جن کے دلوں میں ایمان کا نور بھی ہوگا اور نیک اعمال کے پلڑے بھی بھاری ہوں گے اور حقیقی معنوں میں کامیاب ہونے والے یہی لوگ ہوں گے۔ ایسے لوگوں کے اوصاف اور علامات کیا ہیں؟ اس کا مطالعہ آج ان شاء اللہ ہم سورۃ التغابن کے دوسرے رکوع کی روشنی میں کریں گے۔ سورۃ التغابن کے دو رکوع ہیں۔ پہلے رکوع میں ایمانیات ثلاثہ کا ذکر ہے۔ یعنی توحید، رسالت اور آخرت۔ ان امور پر صدق دل سے ایمان رکھنے والا شخص بندۂ مومن کہلائے گا۔ چنانچہ دوسرے رکوع میں بندۂ مومن کی وہ چند اہم علامات بیان ہوئی ہیں جن کا تعلق عملی رویوں اور باطنی کیفیات کے ساتھ ہے۔ فرمایا:

﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ﴾ ’’نہیں آتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے اذن سے۔‘‘ ﴿وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾﴾ ’’اور جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔‘‘

یہ بندۂ مومن کی پہلی علامت ہے۔ جو بھی سچے دل سے اللہ پر ایمان لاتا ہے، اللہ اُس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے۔ یعنی قلبی سکون عطا فرما دیتا ہے۔ ہدایت یہی ہے کہ بندے پر جو بھی مصیبت آئے، مشکل آئے یا جیسے بھی حالات پیش ہوں وہ یہی سمجھے کہ یہ سب اس کائنات کے رب کے اذن یعنی اجازت سے ہے، وہ اس کائنات کا حقیقی خالق و مالک ہے۔ اور وہ ایسا نہیں ہے کہ زمین و آسمان کو بنانے کے بعد لاتعلق ہو کر بیٹھ گیا ہو۔ پوری کائنات میں ہر لمحے اسی کا حکم جاری و ساری ہے۔ اُس کے اذن کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہلتا۔ لہٰذا بندۂ مومن پر جو بھی تنگی یا مصیبت آتی ہے، وہ اس پر شکوہ کناں نہیں ہوتا، مایوس نہیں ہو جاتا، سرکشی پر آمادہ نہیں ہو جاتا بلکہ صبر کا راستہ اختیار کرتا ہے اور یہی کہتا ہے کہ اسی میں رب کی رضا اور

مرتب: ابو ابراھیم

میری بہتری ہوگی۔ وہی بہتر جانتا ہے جو اس کائنات کو بنانے والا ہے جبکہ میرا علم ناقص ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ (ھو مولٰکم) وہ تمہارا مولا ہے۔ یعنی وہ تمہارا خیر خواہ ہے، محافظ ہے، تمہارا بہترین ساتھی ہے۔ چنانچہ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اہل ایمان کا خسارا چاہتا ہو۔ بلکہ دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ آزمائش ہے، ہر دکھ، بیماری، مصیبت اور مشکل بھی آزمائش ہی کی شکل ہے اور اُس میں انسان کے لیے بہتری اور بلندیٔ درجات کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہوتا ہے، جسے رب ہی بہتر جانتا ہے۔ جبکہ انسان کے اپنے خیر و شر کے پیمانے کچھ اور ہیں۔ ہو سکتا ہے انسان جس چیز کو اپنے لیے خوشی کا باعث سمجھتا ہو، جسے اپنی کامیابی سمجھتا ہو وہ اصل میں اُس کے لیے خسارے کا باعث ہو اور جس چیز کو وہ بُرا خیال کرتا ہو اُس میں انسان کے لیے بہتری ہو۔ لہٰذا ہر سچا صاحبِ ایمان شخص رب کی رضا پر صابر و شاکر ہوگا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی اس حوالے سے بڑی پیاری حدیث ہے۔ فرمایا:

’’مومن آدمی کا بھی عجیب حال ہے کہ اس کے ہر حال میں خیر ہی خیر ہے اور یہ بات کسی کو حاصل نہیں سوائے اس مومن آدمی کے کہ اگر اسے کوئی تکلیف بھی پہنچی تو اس نے شکر کیا تو اس کے لئے اس میں بھی ثواب ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اور اس نے صبر کیا تو اس کے لیے اس میں بھی ثواب ہے۔‘‘ (صحیح مسلم)

قرآن مجید میں کئی جگہ پر یہ مضمون آیا ہے کہ اہل جنت کا سب سے اہم وصف یہ ہوگا کہ انہوں نے دنیا کی آزمائشوں میں صبر کا راستہ اختیار کیا ہوگا۔ یہی بندۂ مومن کی بنیادی پہچان ہے کہ کسی بھی آزمائش یا مشکل میں وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ نہ شکوہ کرتا ہے کہ میرے ساتھ ہی ایسا کیوں؟ بلکہ صبر و استقامت سے ہر آزمائش کو جھیلتا اور برداشت کرتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے دلوں میں جب اللہ یہ ابدی ہدایت ڈال دیتا ہے تو وہ دنیا کے مال و دولت سے ہر ممکن کنارا کشی کا رویہ اختیار کرتے ہیں کیونکہ انہیں یہ فکر ہوتی ہے کہ دنیا و مافیہا کی محبت آزمائش میں ناکامی کا باعث نہ بن جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ ایک موقع پر (خلقِ قرآن کے مسئلہ میں) حکمران وقت کے زیرِ عتاب تھے۔ ان پر اس درجے تشدد کیا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ اگر اتنا تشدد کسی ہاتھی پر کیا جاتا تو وہ بھی بلبلا اُٹھتا۔ لیکن امامؒ عالی مقام استقامت کی چٹان بنے رہے اور ان کی آنکھوں میں آنسو تک نہ آئے لیکن جب بعد میں آنے والے خلیفہ نے ان کے لیے اشرفیوں کی تھیلی بطور ہدیہ بھجوائی تو آپؒ

روپڑے اور تھیلی لینے سے انکار کر دیا کہ یہ امتحان میرے لیے زیادہ مشکل ہے۔ یہ اصل میں وہ ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ سچے دل سے ایمان لانے والوں کو عطا کرتا ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ﴾ ''اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی۔''

یعنی ایمان حقیقی واقعی جس کے دل میں جاگزیں ہو چکا ہو، اس کے سینے کا نور بن چکا ہو تو اس کی پہلی ترجیح یہی ہوتی ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرے۔ یعنی شریعت جس چیز سے منع کرتی ہے اُس سے باز آ جائے اور جس کا حکم دیتی ہے وہ بجالائے۔ ہمارے ہاں عام تصور یہ ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی ہی دین کا تقاضا ہے۔ حالانکہ قرآن میں سینکڑوں مرتبہ تکرار کے ساتھ کہا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری زندگی اللہ و رسول ﷺ کے احکام کے تابع بسر کرو۔ چنانچہ ایک سچے مومن کی دوسری علامت یہ ہے کہ وہ ہر وقت یہی کوشش کرتا ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫﴾ ''پھر اگر تم نے پیٹھ موڑ لی تو جان لو کہ ہمارے رسول (ﷺ) کے ذمے تو صرف صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔''

یعنی رسول اللہ ﷺ نے تو زندگی کے ہر شعبہ میں ہمارے لیے مکمل نمونہ پیش کر دیا ہے اور ہر لحاظ سے ہدایت و راہنمائی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص اس ہدایت کے منافی عمل کرتا ہے تو پھر اس کا وہ خود ذمہ دار ہوگا۔ پھر فرمایا:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬﴾ ''اللہ وہ ہے کہ اُس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ پس اہل ایمان کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔''

یہ سچے اہل ایمان کی تیسری علامت ہے کہ وہ صرف اللہ ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔ مادی وسائل، طاقت، اختیار، صلاحیتیں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ان کا توکل اور بھروسا صرف اللہ کی ذات پر ہوتا ہے۔ وہ اس حقیقت سے خوب باخبر ہیں کہ اگر اللہ نہ چاہے تو یہ سب اسباب و وسائل دھرے کے دھرے رہ جائیں۔ کیونکہ اُس کے اذن کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ ایک سچا مومن اپنے آئندہ کے عزائم کے حوالے سے ان شاء اللہ کہنا نہیں بھولتا۔ المیہ یہ ہے کہ آج ان شاء اللہ کا مقدس کلمہ ہمارے غلط استعمال کے سبب سے ایک مذاق بن کر رہ گیا ہے کہ جب کوئی وعدہ پورا نہ کرنا ہو تو ان شاء اللہ پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ تاہم اہل اللہ کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام وسائل بروئے کار لانے کے بعد بھی توکل صرف اللہ پر رکھتے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ ہر کام اللہ کے اذن سے ہی پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن آج جتنا ہم سائنسی ترقی میں آگے جا رہے ہیں اُتنا ہی اللہ پر بھروسا کم ہوتا جا رہا ہے جبکہ مادی وسائل پر انحصار بہت بڑھ چکا ہے۔ اس کی ایک وجہ شاید یہ ہے کہ سائنس و ٹیکنالوجی کی موجودہ ترقی ان لوگوں کے ہاتھوں ہوئی ہے جو مذہب سے نفرت کرنے والے ہیں۔

اس لیے کہ عیسائیت کا اصل چہرہ عیسائیت کے علمبرداروں کے ذریعے ہی بُری طرح مسخ ہو چکا تھا، جنہوں نے اپنے پاس سے تثلیث کا انتہائی غیر معقول عقیدہ گھڑ لیا اور اس کی بنیاد پر پورے دین کو بدل کر اُسے زبردستی مسلط کرنا شروع کر دیا۔ جس کے ردعمل میں مذہب سے نفرت کا مزاج پیدا ہوا اور اسی مزاج نے مذہب کے متبادل کے طور پر سائنسی ترقی پر انحصار کو رواج دیا اور بالآخر ساری سائنسی ترقی اور تہذیب کو شیطان نے ہائی جیک کر لیا۔ حالانکہ یہ مذہب ہی ہے جو انسان کو زندگی کا اصل مقصد بتاتا ہے، کائنات کے اصل حقائق تک رسائی دیتا ہے اور انسانیت کے روحانی پہلو کو اُجاگر کرتا ہے۔ مذہب ہی بتاتا ہے کہ اس کائنات کا اصل خالق اور مالک اللہ ہے جس نے نوع انسانی کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ مذہب ہی بتاتا ہے کہ یہ دنیا انسان کے لیے آزمائش ہے اور اس

پریس ریلیز 13 اکتوبر 2017ء

قادیانیت پر پنجاب کے وزیر قانون رانا ثناء اللہ کا بیان غیر قانونی اور غیر آئینی ہے

حکومت عقیدہ ختم نبوت جیسے حساس مسئلے پر زبان درازی کر کے آگ سے کھیل رہی ہے

ہمارے آئین میں واضح طور پر درج ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں

حافظ عاکف سعید

قادیانیت پر پنجاب کے وزیر قانون رانا ثناء اللہ کا بیان غیر قانونی اور غیر آئینی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومت عقیدہ ختم نبوت جیسے حساس مسئلے پر زبان درازی کر کے آگ سے کھیل رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مذہبی شعار کو نشانہ بنا کر سیاسی سکورنگ کرنا حکومت کو بہت مہنگا پڑے گا جو پہلے ہی کرپشن کے الزامات سے لڑکھڑا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف اور ان کی جماعت مصیبت کے اس وقت میں اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اپنے انفرادی اور اجتماعی گناہوں سے تائب ہونے کی بجائے دین سے مذاق کرنے کی سنگین غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ہمارے آئین میں واضح طور پر درج ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں، وہ اپنی عبادت گاہ کو مسجد نہیں کہہ سکتے، نہ اس پر کلمہ طیبہ لکھ سکتے ہیں، نہ اذان دے سکتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ رانا ثناء اللہ اس سب کچھ کی نفی کر کے درحقیقت آئین اور قانون کے مجرم ہیں جس کی انہیں سزا ملنی چاہیے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

آزمائش سے کیسے گزرنا ہے اور مذہب ہی بتاتا ہے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے جو کہ دائمی ہے اور اس میں وہی کامیاب ہوگا جو یہاں کی آزمائش میں کامیاب ٹھہرا۔

لیکن موجودہ سائنسی ترقی نے اس سارے chapter کو ہی مکمل بند کر دیا۔ آج پوری دنیا میں سیکولرازم کا راج ہے اور سیکولرازم کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے کے اجتماعی معاملات میں کسی بھی مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ ملکی معاملات میں آسمانی وحی کا ذکر نہیں ہونا چاہیے۔ الیکشن پراسس سے جو لوگ اسمبلی میں پہنچیں گے وہ مل کر جو چاہیں قانون بنائیں، وہاں پر کسی مذہب کا حوالہ دینا یا کسی نبی کی تعلیمات کا حوالہ دینا کسی جرم سے کم نہیں۔ جب سے یہ دجالی تہذیب آئی ہے اس نے آسمانی ہدایت سے منہ موڑ کر انسان کو شرف انسانیت سے محروم کر کے محض حیوان بنا دیا ہے۔ چنانچہ مادی ترقی اور دین و مذہب سے دوری کے نتیجے میں اللہ کی ذات پر ایمان اور اس پر توکل کو آج جہالت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جبکہ حقیقی ایمان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان کا توکل اور بھروسا صرف اللہ کی ذات پر ہو۔

اگلی آیت میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ﴾ ''اے ایمان کے دعوے دارو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، سو ان سے بچ کر رہو۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ بیوی اور بچے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں لیکن جب ہم اس لحاظ سے دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا ایک آزمائش ہے اور اس آزمائش میں ناکامی کا لازمی نتیجہ دائمی خسارہ ہے جس کا متحمل ہونے کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تو ہمیں پتا چلتا ہے بیویاں اور اولاد ہی انسان کی سب سے بڑی کمزوریوں میں سے ایک ایسی کمزوری ہیں جو دنیا کی اس آزمائش میں انسان کی ناکامی کا باعث بن سکتی ہیں۔ کیونکہ اس بات کے بہت زیادہ چانسز ہوتے ہیں کہ ایک بندہ اپنی بیوی اور اولاد کی محبت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ جائے۔ مثلاً یہ سوچ کہ بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانی ہے، اگر نہیں دلائیں گے تو ان کی حق تلفی ہوگی، اسی طرح بیوی اور اولاد کی فرمائشیں پوری کرنی ہیں لیکن وسائل نہیں ہیں، آمدنی محدود ہے۔ اب گویا رشوت کا ایک جواز بنا لیا، حرام کی کمائی کا ایک جواز بنا لیا اور اپنی عاقبت برباد کر ڈالی۔ اللہ تعالیٰ نے جو نظام بنایا ہے، اسی نظام کے اندر ہی سے آزمائش بھی ہو رہی ہے۔ اولاد سے محبت تو اتنی فطری ہے کہ آپ چاہیں بھی تو اسے دل سے نکال نہیں سکتے۔ اسی طرح اسلام یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ میاں بیوی میں محبت ہو، گھر کی فضا خوشگوار ہو، ایک دوسرے کا احترام ہو لیکن دوسری طرف اگر اس میں تھوڑا سا بھی unbalance ہو جائے، جس کے ہونے میں دیر بھی نہیں لگتی تو یہی چیز انسان کی عاقبت برباد کرنے کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔ گویا ایسی صورت میں یہی اولاد اور بیوی انسان کے حقیقی دشمن ثابت ہوں گے۔ لہٰذا جو سچے اہل ایمان ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اس حوالے سے بھی ہدایت دے دیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی اس انداز سے گزارتے ہیں کہ بیوی بچوں کا حق بھی ادا ہو جائے، ان سے محبت بھی اپنی جگہ قائم رہے لیکن یہ بھی خیال رہے کہ کہیں ان کی محبت کے جذبے سے مغلوب ہو کر، ان کی فرمائشیں پوری کرنے کی خاطر حرام میں منہ مارنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔

﴿وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭﴾ ''اور اگر تم معاف کر دیا کرو اور چشم پوشی سے کام لو اور بخش دیا کرو تو اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

آیت کے پہلے حصے میں اہل ایمان کو صرف خبردار کرنا مقصود تھا کہ کہیں بیویوں اور اولاد کی محبت اللہ کی محبت پر غالب نہ ہو جائے کہ جس میں تم حرام و حلال کی تمیز کھو کر اپنی عاقبت برباد کر بیٹھو۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ تم اپنے گھر کے اندر واقعی ایک دشمن کا کردار ادا کرنا شروع کر دو۔ یعنی ایسا بھی نہ ہو کہ تم گھر میں تھانیدار بن جاؤ۔ ہر ہر بات پر پکڑ دھکڑ اور مار پیٹ پر اُتر آؤ۔ بلکہ اگر ان سے کوئی غلطی ہو بھی جائے، خاص طور پر دین کے معاملات میں کوئی کوتاہی ہو جائے، کوئی دینی ذمہ داری پوری نہ ہو رہی ہو، نماز میں غفلت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہو تو عفو و درگزر سے کام لیا جائے۔ ہاں البتہ کبھی کبھی احساس بھی دلا دیا جائے لیکن یہ نہیں کہ ہر وقت سر پر کھڑے رہو۔ بلکہ حکمت سے کام لو، ان سے محبت اور محبت کا اظہار بھی اپنی جگہ لیکن ان کی اور اپنی آخرت کی فکر بھی دامن گیر رہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم پر رحم کرے اور تمہاری خطاؤں کو معاف کرے تو تم بھی ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا کرو۔ لیکن ایک چیک بھی رکھو کہ ان کی محبت کہیں تمہیں اللہ کی نافرمانی پر مجبور نہ کر دے۔ فرمایا:

﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ﴾ ''تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے ذریعہ امتحان ہیں۔''

فتنہ عربی زبان میں اس چیز کو کہتے ہیں جس پر کسی چیز کو پرکھا جائے کہ وہ خالص ہے یا اس میں کوئی نقص ہے۔ ظاہر ہے اس دنیا میں انسان کے ایمان کا امتحان ہو رہا ہے اور مال اور اولاد دو ایسی چیزیں ہیں جو سب سے زیادہ انسان کے لیے امتحان کا باعث ہیں کیونکہ اولاد کی محبت بھی فطری ہے اور مال بھی انسان کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ مال جب زیادہ آئے گا تو پھر شیطانی ترغیبات بھی ساتھ ایسی آئیں گی کہ ان سے بچنا مشکل ہوگا۔ جس میں سچا اور حقیقی ایمان ہوگا وہی مال کے اس فتنے سے اپنے آپ کو بچا سکے گا ورنہ مال کے فتنے سے بچنا آسان نہیں ہے۔ اسی طرح اولاد کی بھی محبت انسان کو مجبور کر دیتی ہے جس کی وجہ سے وہ حدود پھلانگ جاتا ہے اور ان کی سہولتوں اور آسائشوں کے لیے حرام میں منہ مارتا ہے۔ یہاں آگاہ کیا جا رہا ہے کہ مال اور اولاد تمہاری آزمائش کا ذریعہ ہیں لہٰذا خیال رکھو کہ ان کی محبت تمہارے لیے اس آزمائش میں ناکامی کا سبب نہ بن جائے۔

﴿وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑮﴾ ''اور اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے۔''

آخرت میں نہ یہ مال تمہارے کسی کام آئے گا نہ تمہاری اولاد، ہاں دنیا میں اگر تم صبر کرو گے، استقامت کا مظاہرہ کرو گے تو اللہ تمہیں آخرت میں اس کا اجر دے گا اور وہ اجر دنیا کی آسائشوں اور نعمتوں سے کہیں زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور آخرت کی کامیابی دائمی کامیابی ہے۔

ان آیات میں سچے اہل ایمان کی پانچ صفات کا ذکر ہے۔ اگر یہ صفات ہمارے اندر موجود ہیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ واقعی ہمارے اندر حقیقی ایمان موجود ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابھی تک ہمارے اندر مطلوبہ درجے میں حقیقی ایمان پیدا ہوا ہی نہیں۔ لہٰذا ہمیں اپنے ایمان کی آبیاری کی فکر کرنی چاہیے اور اس کمی کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی حقیقت سے بھی آشنا فرمائے اور ان پانچ علاماتِ ایمان کا بھی حامل بنائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

مذہب کے ساتھ سنگین مذاق

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید

میاں نواز شریف کی حکومت کا تازہ کارنامہ انتخابی اصلاحات کی آڑ میں عقیدۂ ختم نبوت پر ضرب لگانے کی کوشش کی صورت میں سامنے آیا ہے جو انتہائی افسوسناک ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس مسئلہ پر حکومت نے پسپائی اختیار کر لی ہے۔ یہ دین کے ساتھ ایک کھلا مذاق ہے۔ ایسا جس نے بھی کیا ہو، خواہ ہمارے حکمرانوں میں سے ہی کوئی ہو، اس کا انجام بہت ہی برا ہوگا۔ مسلم لیگ کی لڑکھڑاتی ہوئی حکومت کبھی دہشت گردی کے حوالے سے بیرون ملک اعترافی بیان دیتی ہے، جیسا کہ خواجہ آصف صاحب اپنا مقدمہ لے کر امریکہ گئے تھے۔ کبھی عقیدۂ ختم نبوت پر کاری ضرب لگا کر اسلام دشمن عالمی قوتوں کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتی ہے۔ یہ سب کچھ اسی لیے کیا جا رہا ہے کہ عالمی حمایت حاصل کی جا سکے۔ بظاہر کوئی اور وجہ نظر نہیں آتی۔ بعض تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ ختم نبوت کے قانون میں تبدیلی اور پھر پسپائی ایک منصوبے کے تحت کی گئی تاکہ اس حوالے سے قوم کی نبض بھی چیک کی جا سکے کہ وہ اس پر کس قدر واویلا کرتی ہے اور دوسری طرف عالمی قوتوں کو بھی یہ بتایا جا سکے کہ ہماری حکومت تو آپ کے ہر ایجنڈے کی تکمیل کے لیے تیار ہے۔ یہ سب کچھ تو اوپر کے دباؤ کے نتیجے میں کیا جا رہا ہے۔ ان کا مطالبہ تو دستور کی دفعہ 295-c کو ختم کرنا، آسیہ بی بی کی رہائی، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے والی متعلقہ شق کو آئین سے نکالنا ہے۔ یہ ساری باتیں دباؤ ڈالنے کے حربے کے طور پر حکمرانوں کے سامنے آتی ہیں۔ لیکن کیا ہم اتنے گر گئے ہیں کہ ان کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے لیے اپنی تمام دینی اقدار کو قربان کرنے کے تیار ہو جائیں۔ درحقیقت ہمارے حکمران اپنے بیرونی آقاؤں کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ دبے پاؤں آئین کی دفعہ 295-c کو ختم کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان پر جو دباؤ ہے اس سے نکل سکیں۔ اہل یورپ کی اسلام دشمنی اور نبی اکرم ﷺ سے ان کے بغض کا ایک مظہر یہ سامنے آیا ہے کہ آسیہ بی بی کو جو توہین رسالت کی اعترافی مجرم ہے، یعنی اس پر محض الزام نہیں، اُس ملعونہ کو بچانے کے لیے ساری دنیا اکٹھی ہو چکی ہے۔ گویا کہ یہ تاریخ انسانی کا ایک بہت بڑا ظلم ہے کہ جو توہین رسالت کی مرتکب ہے، اسے موت کی سزا دے دی جائے۔ یورپ نے اس خاتون کو جس نے نبی اکرم ﷺ کی توہین کی ہے اسے اظہار رائے اور انسانی حقوق کا دفاع کرنے کے انعام کے لیے نامزد کیا ہے۔ یہ اسلام دشمنی کے کتنے گھناؤنے انداز ہیں جو اختیار کیے جا رہے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کا حال یہ ہے کہ ایسے اقدامات کرنے والوں کی وہ خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

امریکی صدر جنہوں نے پاکستان کو عریاں دھمکیاں دی تھیں، پاکستان کے وزیر خارجہ خواجہ آصف کے اعترافی بیانات اور ڈومور کی پیشکش کے بعد اب کچھ نرم لہجہ اختیار کر کے پاکستان کو ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔ امریکی حکام نے خصوصی شفقت سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ ہم پاکستان کے خلاف حتمی کارروائی سے پہلے اسے ایک موقع اور دیں گے۔ اگر وہ ہمارے ایجنڈے پر عمل کرتا ہے تو ہم اس کے سابقہ رویے کو معاف کر دیں گے۔ گویا اس کی جانب سے ایک بار پھر چھڑی اور گاجر والی پالیسی اختیار کی جا رہی ہے۔ پاکستان پہلے ہی ستر سال سے امریکی مطالبات پر عمل درآمد کر کے خود کو تباہ کر چکا ہے۔ معیشت کی صورتحال تو اتنی خوفناک ہو چکی ہے کہ جس کی تفصیل میں جانا اس وقت ممکن نہیں۔ ہم پر معاشی شکنجہ کسا جا چکا ہے۔ اب اگر پاکستان امریکہ کے بچھائے ہوئے اس جال میں پھنستا ہے تو ہمارے لیے مکمل تباہی سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔ اندیشہ یہ ہے کہ ہمارے اہم قومی اداروں نے ایک بار پھر ڈبل گیم کھیلنے کی کوشش کی تو اس کے بہت خطرناک نتائج سامنے آئیں گے۔ ایسے بھی امکانات ہیں۔ پاکستان کو اس وقت بہت ہی نازک صورتحال درپیش ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہمیں فرعون وقت امریکہ کے شر سے بچنے کے لیے حقیقی معنوں میں رب کائنات کا دامن تھامنا ہوگا۔ علامہ اقبال کا وہ شعر ایک بار پھر یاد آ رہا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ہماری نجات کی واحد صورت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے رہنماؤں کو توفیق دے کہ وہ بھی دین اور قرآن کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کریں اور اللہ کی مدد کے ذریعے آنے والے مشکل وقت سے نبرد آزما ہونے کے لیے اللہ کی مدد کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جو کچھ مشکل نہیں۔ صرف ہم اپنا قبلہ سیدھا کر لیں۔ یہ مملکت جو اسلام کے نام پر بنی ہے، اس میں اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے پوری قوم متحد ہو جائے تو آج ہی اللہ کی مدد شروع ہو جائے گی۔ اور اگر ہم نے یہ نہیں کیا تو ہمارا کیا انجام ہوتا ہے اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پاکستان ایک خوفناک دہانے پر پہنچا ہوا ہے۔ اللہ پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

ضرورت رشتہ

☆ ملتان میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی ہمشیرہ، عمر 24 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات (جاری)، صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار، ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-6306220

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 34 سال، تعلیم ایم فل، سکول ٹیچر کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0334-8215977

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ 5

19 اندریں دیرِ کہن پیہم تپید | تا جہانے تازہ آمد پدید

(انسانی اجتماعی تاریخ کی نظر سے) یہ دنیا ایک پرانا بت خانہ ہے اس میں 'لَا' کی مسلسل ضربیں ایک عرصے تک لگائی جائیں تا کہ ایک نیا (توحید کا) جہاں ظاہر ہو جائے۔

20 بانگِ حق از صبح خیزیہاے اوست | ہر چہ ہست از تخم ریزیہاے اوست

اسی نعرۂ ('لَا') کا تکرار ہی اس نئے دور کی شروعات ہیں اور ('اِلاَّ') کے امکانات اسی صدائے حق کی تخم ریزی کا حاصل ہے

21 اینکہ شمع لالہ روشن کردہ اند | از کنارِ جوے او آوردہ اند

(نعرۂ 'لَا') کے ساتھ جو (رُوسی انقلاب 1917ء) سرخ گُل لالہ کی شمع روشن کی گئی ہے یہ اس (خالص نظریاتی) ندی کے کنارے سے لایا ہوا پھول ہے

22 لوحِ دل از نقشِ غیر اللہ شُست | از کفِ خاکش دو صد ہنگامہ رُست

جس نے (مغرب کے مستحکم نظام سرمایہ داری کے خلاف) ہر قسم غیر اللہ کا نقش دھو ڈالا ہے اسی لیے اس کی خاک سے جگہ جگہ (دوصد) ہنگامے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

23 ہم چناں بینی کہ در دورِ فرنگ | بندگی با خواجگی آمد بجنگ

دورِ فرنگ (جس کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا) میں تم دیکھتے ہو کہ اس (نعرۂ 'لَا') کے نتیجے میں غلامی (غلام) اور خواجگی (آقا) اب حالت جنگ میں ہیں

24 روس را قلب و جگر گردیدہ خواہی | از ضمیرش حرفِ لَا آمد بروں

روس کے قلب وجگر (سوزِ 'لَا' سے) خون ہوئے | تو اس کے ضمیر سے فطری طور پر حرفِ 'لَا' برآمد ہو گیا

19۔ روئے ارضی پر بسنے والے انسان صدیوں بلکہ قرنوں سے ''خوگر پیکر محسوس تھی انساں کی نظر'' کا مصداق ثابت ہوئے ہیں لہٰذا اجتماعی انسانی تاریخ کی نظر سے دنیا ایک قدیم بت خانہ ہے۔ اس میں کسی عالمی تبدیلی کے لئے ایک طویل عرصے تک نعرہ 'لا' کی مسلسل ضربیں لگانے کی سرگرمیاں ضروری ہیں تا کہ اس بے جان تہذیب وتمدن (پتھروں کے خدا تراشنے اور حیوانی نظریات کے تحت زندگی گزارنے والے کلچر) کا صفایا ہو سکے اور ایک زندہ ضمیر، تازہ اور ہنستا بستا انسان دوست معاشرہ وجود میں آ سکے۔

20۔ حرفِ 'لا' کا نعرہ (SLOGAN) ہی کائنات کے خالق کے نزدیک پسندیدہ دستورِ حیات کی طرف پہلا قدم ہے اور یہی انقلاب اور تبدیلی کی نورانی صبح کی شروعات ہیں اور 'اِلا' کے ذریعے حقیقی نظریاتی انقلاب کے تمام امکانات اسی نعرہ 'لا' کی بروقت اور بامعنی تخم ریزی اور اس کی صحیح نگہداشت پر منحصر ہیں۔

21۔ نعرۂ لا کی اثرانگیزی کی (شاعر علامہ اقبال کے نزدیک) مثال لینن کا سرخ روسی انقلاب تھا جو مغرب کے مستحکم سودی معیشت پر مبنی سرمایہ دارانہ استحصالی نظام کے خلاف علم بغاوت لے کر اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے پھیلتا چلا گیا کہ مغربی سرمایہ دارانہ نظام (CAPITALISTIC ECONOMY) پر لرزہ طاری کر گیا۔ اس انقلاب کی کامیابی کی وجہ بھی یہی تھی کہ یہ اسی نظریاتی ندی کے کنارے سے لایا گیا۔ (علامہ اقبال (وفات 1938ء) کو احساس تھا کہ روسی انقلاب 'اِلا' کو قبول کر کے 'امر' ہو جائے گا مگر ابلیس کی چالوں نے اس انقلاب کے لئے 'اِلا' کے ثمرات کا موقع ہی نہ دیا۔)

22۔ اسی انقلاب نے انسانیت کے دل سے مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کے بت کا رعب ودبدبہ اُتار دیا ہے اور غیر اللہ کے نقش کو ہر ضمیر انسانی کے قلب کی تختی سے کھرچ ڈالا ہے۔ اسی وجہ سے اس انقلاب کو پذیرائی مل رہی ہے اور متمدن دنیا میں دوصد (جگہ جگہ) ہنگامے کھڑے ہو گئے ہیں۔ اس انقلاب کا دلوں کے لیے کشش رکھنے والا نعرہ (CATCH WORD) یہی حرفِ 'لا' ہے۔

23۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی صہیونی ابلیسی استعمار کی حکومت (جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور لندن کے علاقائی رابطہ دفاتر 24 گھنٹے کام کرتے تھے) میں اسی نعرہ 'لا' کی صدائے بازگشت کے نتیجے میں آقا و غلام دست وگریباں ہیں اور کل کا غلام آج کے حکمرانوں اور مقتدر طبقات کے افراد (سرمایہ دار) کا گریبان پکڑے کھڑا ہے۔ اور بندگی وخواجگی اب حالات جنگ میں آ گئی ہے۔

24۔ اہل روس کے قلب وجگر جب نظام باطل کے جبر سے بے زار ہوئے حرفِ 'لا' کا نعرۂ مستانہ لگایا گیا اور اسی حرفِ 'لا' کے تکرار اور ضربات سے ان کے دل گرما دیے گئے۔ ان کے دل ایک قسم کے جنوں (FANATICISM) سے لبریز ہو گئے۔ پھر یہی قوم تھی جو ایک سیسہ پلائی دیوار کی طرح کھڑی ہو گئی اور حرکت میں آئی تو کوئی روکنے والا نہ تھا۔

نوٹ: علامہ اقبال کی درج بالا نظم میں سے 21، 22 اور 24 نمبر اشعار عین ممکن ہے بعض قارئین کو ذہنی طور پر مضطرب کریں لیکن اگلی قسط میں شائع ہونے والے اشعار اِس مسئلہ کو حل کر دیں گے۔ ان شاء اللہ

حکمرانوں کی ہوسِ اقتدار اتنی بڑھ چکی ہے کہ اس کے لیے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم عالمی طاقتوں کا خوف دل میں رکھے بغیر ان کے ایجنڈے میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو جائیں تاکہ وہ مزید آگے نہ بڑھ سکیں: ایوب بیگ مرزا

جب نواز شریف سیاست میں آئے تھے تو اسلام کا بہروپ لے کر آئے تھے۔ لیکن اب جب وہ اقتدار میں آئے ہیں تو مغرب کا ایجنڈا لے کر آئے ہیں: خالد محمود عباسی

کوشش کی جا رہی ہے کہ قادیانیوں کے راستے میں رکاوٹ بننے والے تمام قوانین کو غیر محسوس انداز سے ختم کر دیا جائے: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

پارلیمنٹ میں ختم نبوت کے خلاف ناکام سازش کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: کچھ دن پہلے انتخابی اصلاحات بل میں ختم نبوت کے حوالے سے ترمیم کا معاملہ سامنے آیا۔ یہ کیا معاملہ تھا؟

خالد محمود عباسی: ہمارے آئین میں قانون سازی کے حوالے سے کچھ چیزیں ہمیشہ حساس رہی ہیں۔ جن میں سے ایک ختم نبوت کا معاملہ بھی ہے۔ بین الاقوامی طور پر ہمیشہ یہ دباؤ رہا ہے کہ یہ ایک امتیازی قانون ہے اور اسے ختم ہونا چاہیے۔ لیکن چونکہ ہمارا مذہبی طبقہ اس حوالے سے بہت حساس ہے اس لیے کوشش کے باوجود ہماری حکومتیں اس میں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ موجودہ حکومت میں پچھلے تین سال سے قانون سازی کا عمل زیرِ غور تھا اور اس کے لیے ایک مین کمیٹی بنی ہوئی تھی اور کئی ذیلی کمیٹیاں بھی کام کر رہی تھیں۔ بہت ساری چیزوں میں یہ اصلاحات لانا چاہ رہے تھے۔ ان میں انتخابی اصلاحات بھی شامل تھیں۔ پہلے اُمیدوار الیکشن کمیشن میں ایک حلف نامہ جمع کراتا تھا جس میں وہ یہ بھی حلفیہ اقرار کرتا تھا کہ وہ ختم نبوت پر یقین رکھتا ہے اور کسی ایسے نبی کو نہیں مانتا جس نے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ خاص طور پر یہ کہ اس کا تعلق قادیانی، احمدی یا لاہوری فرقے سے نہیں ہے۔ اب اس میں تبدیلی یہ کی گئی کہ اس حلف نامہ کو اقرار نامہ میں بدل دیا گیا۔

سوال: حلف نامہ اور اقرار نامہ میں کیا فرق ہے؟

خالد محمود عباسی: قانونی ماہرین اس میں یہ فرق بتا رہے ہیں کہ حلف نامہ داخل کرنے کے بعد اگر کسی پر غلط بیانی ثابت ہو جائے تو اسے نااہل قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر محض اقرار یا اعلان میں جھوٹ پکڑا جائے تو قانونی نقطۂ نظر سے اس پر کوئی چارہ جوئی نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ فرق ہے جس پر لوگ آواز اٹھا رہے ہیں۔

سوال: ختم نبوت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے اس میں تبدیلی کیوں کی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: قانون سازی کا یہ عمل دو تین سال سے چل رہا تھا۔ اس حوالے سے انہوں نے دوسری جماعتوں کو بھی اعتماد میں لینے کی کوشش کی تھی۔ اس وقت ترمیم کی فوری ضرورت اس لیے پڑی کہ سپریم کورٹ نے

مرتب: محمد رفیق چودھری

نواز شریف کو نااہل قرار دے دیا تھا۔ قانون کے مطابق جو شخص نااہل ہو جائے وہ اپنی پارٹی کا صدر بھی نہیں بن سکتا۔ لہٰذا نواز شریف کو دوبارہ پارٹی کا صدر بنانے کے لیے انتخابی اصلاحات کا بل لایا گیا اور اسی آڑ میں ختم نبوت کی شق میں ترمیم کی بھی کوشش کی گئی۔ اصل میں عالمی قوتوں کے سامنے یہ ایک صدا لگائی گئی ہے جیسے اس سے پہلے خواجہ آصف بھی بطور وزیر خارجہ امریکہ جا کر یہ صدا لگا آئے تھے کہ we must do more اور یہ کہ ہم میں بہت غلطیاں ہیں۔ اس اعتراف میں عالمی قوتوں کے لیے پیغام یہ تھا کہ اسٹیبلشمنٹ آپ کے ایجنڈے کے خلاف چل رہی ہے، اس نے حافظ سعید اور حقانی جیسے لوگ پالے ہوئے ہیں جبکہ ہم آپ کے ایجنڈے کی تکمیل چاہتے ہیں۔ جبکہ کچھ ہی دن قبل آرمی چیف کا یہ بیان تھا کہ ہم نے اپنا کردار ادا کر دیا ہے اب دنیا ڈو مور کرے۔ ظاہر ہے وزراء کا مقصد لڑکھڑاتی ہوئی ن لیگی حکومت کے لیے حمایت سمیٹنا ہے۔ اسی طرح عالمی قوتیں ایک عرصہ سے تحفظ ناموس رسالت کے قانون 295-C کا تعاقب کر رہی ہیں اور انہوں نے اس سے پہلے اس کو ختم کرنے کی کئی بار کوشش کی جو کہ کامیاب نہیں ہو سکی۔ کیونکہ دینی جماعتیں اس حوالے سے میدان میں ہیں۔ میرے خیال میں اب کی بار عالمی قوتوں کو یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ 295-C کو ختم کرنا اتنا آسان نہیں لیکن ہم دبے پاؤں اس طرف بڑھیں گے۔ لہٰذا پہلے عوام کی نبض چیک کی گئی ہے کہ اگر مذہبی تنظیمیں واقعتاً اس مسئلے کو اُجاگر کرنے میں کامیاب ہو گئیں تو حکومت اس ترمیم کو واپس لے لے گی لیکن حکومت کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو جائے گا کیونکہ اس سے حکومت عالمی قوتوں کو یہ پیغام دینے میں کامیاب ہو جائے گی کہ ہم آپ کے ایجنڈے پر چلنے والے ہیں۔ اگر آپ ہمیں مزید طاقتور کر دیں تو ہم آپ کے ایجنڈے کو مکمل طور پر یہاں نافذ کر سکتے ہیں۔

سوال: تحفظ ناموس رسالت اور ختم نبوت کے قانون سے مغرب کو کیا مسئلہ ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: دین اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جو سیاست، معیشت اور معاشرت سمیت ہر چیز کا احاطہ کرتا ہے۔ پورے نظام زندگی کو چلانے کے لیے تمام قوانین اور ہدایات موجود ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ پوری نوع انسانی کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور پوری نوع انسانی کی دنیا اور آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اسلام کی پیروی کرے۔ لیکن مغرب یہ چاہتا ہے کہ مسلمان یہ کہنا چھوڑ دیں کہ اسلام پوری دنیا کے لیے ہے۔ بلکہ دوسرے مذاہب کے لیے بھی جگہ ہونی چاہیے۔ اس لیے مغرب ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے قوانین کے درپے ہے۔ ایک جرمن نومسلم نائجیریا میں سفارتکار تھے۔ وہاں انہوں نے اسلام کو نزدیک سے دیکھا اور پھر اسلام قبول کر لیا۔ لیکن بعد ازاں جرمنی نے ان کو عہدے سے فارغ کر دیا۔ ان کے مضامین کی ایک کتاب ہے:

The religion on the rise in third millennium Islam. اس میں ایک مضمون ہے why christ جس میں انہوں نے گواہی دی ہے کہ اگر قرآن حکیم میں دوسرے انبیاء کا ذکر نہ ہوتا تو آج دنیا اپنے اپنے انبیاء کا انکار کر چکی ہوتی۔ قرآن کی گواہی کی وجہ سے سارے اپنے انبیاء کو ماننے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ قرآن بتاتا ہے کہ قرآن دوسرے مذاہب پر نگہبان ہے۔ وہ اپنے دوسرے مضمون Why Muhammad میں لکھتے ہیں کہ دنیا جو کہتی ہے کہ سارے ابراہیمی مذاہب ہیں اور اس ایک نکتے پر سارے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ لیکن دراصل یہ بات کہہ کر دنیا چاہتی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت مسلمانوں کے دل سے نکال دیں۔ لیکن یہ مسلمانوں کے دل سے محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت نہیں نکال سکتے کیونکہ جیسے ہی کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت ڈال دیتے ہیں۔ کیونکہ دین نام ہے قرآن وحدیث کا۔ آپ کے پاس قرآن کے اصول ہیں اور ان کی تشریح محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے ذریعے ہوتی ہے۔ لہٰذا اسلام کی سپرمیسی رسول اللہ ﷺ سے محبت میں ہے۔ اگر وہ نکال لیں گے تو پھر کیا بچے گا؟

سوال: ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب میں کبھی خاکے بنائے جا رہے ہیں، کبھی وہ توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور کبھی قادیانیوں کی اسرائیل میں پذیرائی ہو رہی ہے، آخر وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟

خالد محمود عباسی: یہ ایک پوری پلاننگ کے ساتھ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کی دلی وابستگی محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے۔ ایک دانشور نے کہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے زمانے کے لیے مرکز ملت تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لیے مرکز ملت ہیں۔ آپؐ وہ طاقت ہیں جو مسلمانوں کو جوڑ کر رکھتی ہے۔ لیکن مغرب مسلمانوں کا اتحاد برداشت نہیں کر سکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مغرب نے مسلمانوں کو سیاسی و مسلکی طور پر تقسیم کر دیا لیکن محبت رسول ﷺ میں سب مسلمان ایک ہیں۔ حضور ﷺ سے قلبی تعلق ہمارے دین کی بنیاد ہے۔

بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

چنانچہ اس لیے مغرب والے آپ ﷺ کی شخصیت کو داغدار کرنے اور آپ ﷺ کی حیثیت کو متنازع بنانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ اُمت مسلمہ کو مزید تقسیم وتخریب کے عمل سے گزار سکیں۔

سوال: سود کو نہ ختم کرنا، ملعونہ آسیہ کو تحفظ دینا، ممتاز قادری کو سزا دلوانا، اور اب حالیہ ختم نبوت کی شق میں تبدیلی، یہ سارے اقدامات نواز شریف کے discredit میں ہیں، انہیں سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: حقیقت میں ہمارے ہاں ہوس اقتدار اتنی شدید ہے کہ وہ کنٹرول ہو ہی نہیں رہی۔ چاہے سول حکمران ہوں یا فوجی، ہوس اقتدار میں سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور اس معاملے میں ہم نواز شریف کو زیادہ مجرم اس لیے گردانتے ہیں کیونکہ آصف زرداری کے بارے میں تو سب جانتے ہیں کہ وہ سیکولر آدمی ہے، دنیا پرست ہے، اس نے کبھی مذہب کا نام نہیں لیا، وہ تو بس اپنی بیوی کے نام کو اقتدار کے لیے استعمال کرتا ہے۔ لیکن

> مغرب یہ چاہتا ہے کہ مسلمان یہ کہنا چھوڑ دیں کہ اسلام پوری نوع انسانی کے لیے ہے۔ اس لیے مغرب ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے قوانین کے درپے ہے۔

نواز شریف نے اپنے اقتدار کے لیے اسلام کے نام کو استعمال کیا۔ اپنی سیاسی شروعات کے دوران ہی اسلامی جمہوری اتحاد کے صدر بن گئے۔ جس طرح اس وقت یہ اینٹی اسلام کام کر کے امریکہ کے قریب ہونا چاہتے ہیں بالکل اسی طرح جب انہوں نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تو اسلام کا نعرہ مارا تھا کیونکہ اُس وقت امریکہ پرو اسلام تھا اور جہادیوں کو وائٹ ہاؤس میں کھانے کھلا رہا تھا۔ اُس وقت نواز شریف یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ ہم سے بڑا مذہبی بیک گراؤنڈ کوئی رکھتا ہی نہیں۔ چنانچہ ایسے آدمی کا سود کو ختم نہ کرنا، ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے معاملے میں پسپائی اختیار کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ بلکہ عدالت نے سود کو ربا قرار دیا تو انہوں نے عدالتی فیصلے کو چیلنج کر دیا جس کی وجہ سے آج تک سود کا معاملہ لٹکا ہوا ہے۔ پھر جب مشرف کے ساتھ ڈیل کر کے یہ سعودی عرب جلاوطن ہوئے تو وہاں خانہ کعبہ میں بیٹھ کر کہا کہ ہم سود کو ختم کر دیں گے اور ملک میں اسلامی نظام قائم کریں گے۔ آج سب اس کے اُلٹ ہو رہا ہے۔

سوال: کیا ان کے اندر ضمیر نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہم کسی کو مشرک، کافر یا منافق کہیں لیکن ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کی یہ حرکات کافرانہ ہیں، یا یہ اقدامات منافقانہ ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو بہت سے منافقانہ اقدامات ہمارے سامنے آئے ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ انہوں نے ذاتی اقتدار کے لیے دین کو بیچ دیا ہے۔

سوال: جو ترمیم ہوئی ہے کیا یہ میاں برادران اور ان کے قریبی لوگوں کے علم میں ہوگی؟

ایوب بیگ مرزا: یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ ان کے علم میں نہ ہو بلکہ ان کے حکم کے مطابق عمل ہوا ہوگا۔

سوال: قادیانی دشمن اسلام ہیں اور پاکستان میں یہ ہماری بیوروکریسی میں بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ اسٹیبلشمنٹ اور انتظامیہ میں بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیا یہ ان کا عمل نہیں ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اصل میں جو ترمیم ہوئی ہے وہ الیکشن پراسس کے قانون اور اُمیدوار کے حلف نامہ میں ہوئی ہے۔ جس کا اصل مقصد یہ تھا کہ یہ ظاہر ہو جائیں۔ اسی لیے ان پر پابندی لگائی گئی تھی کہ وہ اسلامی شعائر اختیار نہیں کر سکتے، اپنی کسی عبادت گاہ پر کلمہ نہیں لکھ سکتے۔ اب ظاہر ہے کہ اس قانون کو ختم کرنے کے لیے دو تہائی اکثریت چاہیے۔ اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ جو بھی جہاں بیٹھا ہوا ہے وہ غیر محسوس طریقے سے ان پابندیوں کو آئین سے نکالتا جائے تاکہ ان کے لیے راستے کھل جائیں اور وہ اپنے عزائم کی تکمیل کر سکیں۔

سوال: نواز شریف نے ہندوؤں سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ ہم سب ایک ہیں اور قادیانیوں کے بارے کہا تھا کہ قادیانی ہمارے بھائی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

خالد محمود عباسی: جب نواز شریف سیاست میں آئے تھے تو اسلام کا بہروپ لے کر آئے تھے۔ لیکن اب جب وہ اقتدار میں آئے ہیں تو مغرب کا ایجنڈا لے کر آئے ہیں۔ اس حوالے سے انہوں نے بہت کام کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ملک کی جڑیں کاٹی ہیں۔ صرف نواز شریف نے نہیں بلکہ مشرف اور زرداری نے بھی جڑیں کاٹی ہیں۔ البتہ نواز شریف کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ اس نے دو قومی نظریہ کی نفی کی ہے اور قادیانیوں کو بھائی قرار دے کر ختم نبوت کی بھی نفی کی ہے۔ اللہ کی یہی پھٹکار ہے جس کی وجہ سے یہ ذلیل ہو رہا ہے۔ اگر یہ نہ کیا ہوتا شاید اللہ تعالیٰ اس کو اور موقع دیتا۔

سوال: دینی جماعتیں بلکہ دین کے علمبردار جو اسمبلی میں

بیٹھے ہوئے ہیں ان کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ہو گیا؟

ایوب بیگ مرزا: شنید یہی ہے کہ اس شق کو باقاعدہ چھپایا گیا تھا۔1997ء میں جب نواز شریف اقتدار میں آئے تھے تو ان پر الزام لگتا تھا کہ انہوں نے امیر المومنین بننے کی کوشش کی تھی۔انہوں نے اس وقت شریعت بل پیش کیا تھا اور مسلم لیگ ن کے تمام ارکان کو حاضری کو یقینی بنانے کا کہا گیا تھا لیکن ساتھ یہ بھی تاکید کی گئی تھی کہ اس بل کے بارے میں کوئی جاننے کی کوشش نہ کرے۔اس حوالے سے انہوں نے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے بھی رابطہ کیا تھا لیکن انہوں نے اس بل کی حمایت کرنے سے صریحاً انکار کر دیا تھا کیونکہ اس وقت بھی آخر تک لوگوں کو نہیں پتا تھا کہ اس بل میں کیا ہے۔اسی طرح یہ بل بھی پوشیدہ رکھا گیا ہوگا۔ہمارے ممبران اسمبلی ایسے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بل کی حمایت میں ووٹ دینے والے ممبر اسمبلی سے پوچھا گیا کہ آپ کونسے بل کے حق میں ووٹ دے کر آئے ہیں تو اس نے کہا کہ بل کا تو مجھے نہیں پتا کہ کون سا تھا البتہ مجھے ووٹ دینے کا کہا گیا تھا تو ووٹ دے کر آ گیا ہوں۔

سوال: فرض کریں کہ اگر ممبران اسمبلی کو ختم نبوت کے حلف نامے کو ختم کرنے کے معاملے میں غفلت میں رکھا گیا تھا تو اب ان کو کیا کرنا چاہیے؟

خالد محمود عباسی: سچی بات یہ ہے کہ نواز شریف سے زیادہ بڑے مجرم ہمارے وہ دینی لوگ ہیں جو اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔وہ کس مقصد کے لیے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اگر لوگ غلطیاں نکال رہے ہیں؟ حالانکہ یہ پراسس تین سال میں مکمل ہوا ہے۔پہلے ایک سال سب کمیٹی نے اس پر کام کیا ہے جہاں سب کی نمائندگی تھی، پھر یہ مین کمیٹی میں آیا ہے جہاں اس کی کاپیاں سب کو دی گئی ہیں کہ پڑھ کر آؤ۔اگر نہیں پڑھا تو نااہل ہیں کیونکہ بددیانتی کی ہے۔پتا ہونا چاہیے تھا کہ اس میں کیا لکھا ہے۔اگر اس کو سمجھ نہیں سکے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہاں بیٹھنے کے قابل نہیں ہیں۔اصل میں یہ وہاں صرف لطف اندوز ہونے کے لیے جاتے ہیں اور اب یہ ساری سیاسی پوائنٹ سکورنگ ہو رہی ہے۔حالانکہ ان کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ بات بھی کریں۔ایک اس آدمی کو حق نہیں پہنچتا جو اس آئین کو غیر اسلامی سمجھتا ہے کیونکہ غیر اسلامی ہے تو جو مرضی قانون سازی ہو۔دوسرا اس آدمی کو حق نہیں پہنچتا جو اس کے بنانے کے پراسس میں شریک تھا۔وہاں وہ نہیں بولا اور اب نمبر بنانے کے لیے شور کر رہا ہے۔لہٰذا وہ جماعتیں جو پارلیمنٹ کا حصہ نہیں ہیں، اس عمل سے باہر ہیں ان کا حق ہے کہ وہ اس پر آواز اٹھائیں۔

سوال: بیگ صاحب نے یہ کہا ہے کہ اس کے ذریعے نون لیگ اپنا سافٹ امیج امریکہ کے سامنے پیش کرنا چاہ رہی ہے اور اسٹیبلشمنٹ اس کے خلاف ہے۔کیا اسٹیبلشمنٹ واقعی امریکہ کے خلاف ہے؟

خالد محمود عباسی: میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔البتہ یہ ضرور ہے کہ بہتر خدمت کون کرے گا؟ اس کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ہمارے ایک دینی راہنما نے بھی کہہ دیا تھا کہ ہمیں موقع دیں تو ہم بہت خدمت کریں گے۔پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مقام دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس ملک خداداد کی بڑی حفاظت فرمائی ہے۔ہماری تمام تر

> نواز شریف سے زیادہ بڑے مجرم ہمارے وہ دینی لوگ ہیں جو اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔الیکشن ریفارمز کی کاپیاں سب کو پڑھنے کے لیے دی گئی تھیں، پھر بھی ان کو پتا نہیں چلا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ وہاں بیٹھنے کے قابل نہیں ہیں۔

نانہجاریوں کے باوجود اللہ کی مدد ہمیں حاصل رہی ہے تو وہ شاید اس لیے کہ پوری دنیا میں واحد ملک ہے جس نے توہین رسالت اور ختم نبوت کا قانون اپنے ہاں رکھا ہوا ہے، اس کے صدقے اللہ تعالیٰ ہماری مدد کر رہا ہے۔ہمارا پیغام بھی ہونا چاہیے کہ جو اس ملک کو کھا رہے ہیں، اسے نوچ رہے ہیں، جو اس سے فائدے اٹھا رہے ہیں، جو یہاں کے خزانے سے سوئٹزرلینڈ میں بینک بھر رہے ہیں، ان کو سوچنا چاہیے کہ اگر ملک نہیں رہا تو کیا کھائیں گے۔

سوال: اس حوالے سے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیونکہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے بچایا ہوا ہے حالانکہ ہماری لیڈر شپ خائن اور کذاب ہے۔

ایوب بیگ مرزا: بالکل! اگر پاکستان بچا ہوا ہے تو یہ اللہ کی خاص تائید و توفیق سے بچا ہوا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ بعض قوموں کو موقع اور بعض کو مواقع دیتا ہے اور پھر جس کو جتنے زیادہ مواقع دیتا ہے، اس کی گرفت بھی اتنی ہی زیادہ شدید ہوتی ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا تو عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک سے کوئی کام لینا چاہتا ہو۔آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کا قائم ہو جانا بھی ایک معجزہ تھا، اس کا ایٹمی قوت بن جانا بھی ایک معجزہ تھا۔ایک بات میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ ایٹمی قوت نہ بنا ہوتا تو بھارت اس کو کب کا ہڑپ کر گیا ہوتا۔ایک ایسے ملک کا ایٹمی طاقت بن جانا جو ٹیکنالوجی کے لحاظ سے انتہائی پسماندہ ہو، اس سے لگتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس سے کوئی کام لینا چاہتا ہے۔لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم عالمی طاقتوں کا خوف دل میں رکھے بغیر ان کے ایجنڈے میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو جائیں تاکہ وہ مزید آگے نہ بڑھ سکیں۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: دنیا دار الامتحان ہے دار الجزا نہیں ہے۔ہم سب امتحانی کیفیت سے دوچار ہیں۔ہمیں اپنی استطاعت کے مطابق اپنی اپنی سطح تک بھرپور آواز اٹھانی چاہیے۔جہاں بھی محسوس کیا جائے کہ نظریہ سے انحراف کی کوشش کی جا رہی ہے اس کے خلاف بھرپور طریقے سے آواز اٹھانی چاہیے اور تعاونوا علی البرّ والتقویٰ کے مطابق دوسری جماعتوں کو ساتھ ملا کر بھرپور طریقے سے اس کی مخالفت کرنی چاہیے۔

خالد محمود عباسی: ہماری دینی جماعتیں مل بیٹھ کر ہوم ورک کریں اور ایک ایسا لائحہ عمل بنا کر دیں کہ دینی ایشوز کے خلاف کوئی بھی کوشش ہو رہی ہو تو وہ اس کے خلاف بروقت تحریک شروع کر دیں۔اس حوالے سے عوامی دباؤ ہر وقت حکومت کے اوپر رکھیں۔اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ حکومت ایک قدم پیچھے ہٹے گی، دوسرا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ حکومت کو ایک بہانا میسر آ جائے گا کہ ہمارے ہاں دینی طبقہ بہت ہی طاقتور ہے اور ہم یہ قدم نہیں اٹھائیں گے۔پرویز مشرف کے دور میں ایم ایم اے اسی لیے بنائی گئی تھی تاکہ یہ balance قائم کیا جا سکے۔لیکن دینی لوگ کچھ کر کے دکھائیں گے تو بات بنے گی۔

☆☆☆

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

دعائے مغفرت

إنا للہ وإنا إلیہ راجعون

قرآن اکیڈمی، لاہور کے ایک سالہ کورس کے سابق طالب علم محمد اشرف خان جو کہ انگلینڈ میں مقیم تھے، کے جواں سال بیٹے عرفان اشرف خان کا انتقال ہو گیا۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ
رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

کیا یہ امتی ہیں؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

وفاقی حکومت اور پارلیمان ایک سنگین غلطی کے ارتکاب کے بعد خوفناک نتائج بھگتنے سے بال بال بچ گئی۔ غنیمت ہے کہ انہیں یہ احساس ہوگیا کہ یہ تجربہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ شان رسالت ﷺ، ختم نبوت کمزور ترین مسلمان کی بھی شہ رگ کو چھوتی وہ غیر مرئی تار ہے جس میں 22 ہزار وولٹ کا کرنٹ دوڑتا ہے۔ لاشعور میں پیوست گہری محبت۔ جس پر ہاتھ ڈالنے والا وہیں بھسم ہوجاتا ہے!

1 سالوں 7میں گزشتہ ساری اقدار دہشت گردی کے خلاف جنگ کے فریب میں لوٹ لی گئیں۔ نصابوں کی بربادی، حیاباختگی کا دور دورہ، نظریۂ پاکستان پر مہلک وار، مساجد، مدارس، علماء، شعائر اسلام پر حملے۔ مبنی بر جھوٹ کذب وافتراء جنگ کو مقتدر قوتوں نے اہل دین سے نتھی کر کے قرآن وحدیث کی حرمت تک پر ہاتھ ڈالا۔ میڈیا میں مشکوک و مجہول واقعات کو، کرداروں کو جہادی لٹریچر پکڑے جانے سے نتھی کیا۔ جہاد کو دہشت گردی کا مذموم نام دے کر برین واشنگ کے ہمہ جہت پرنالے بہائے۔ یہاں تک کہ داڑھی، شرعی حلیہ، درس و تدریس شکوک و شبہات کی دھول میں اٹ گئے۔

اب یہ جانا کہ میدان صاف ہے لہٰذا امریکی مطالبات کے اگلے مرحلے کو سر کرنا ممکن ہوگیا ہے! نصابِ تعلیم کامیابی سے بدلے جاچکے۔ اساتذہ، والدین، دینی جماعتیں (بالخصوص جماعت اسلامی جس کے وابستگان اعلیٰ دنیاوی تعلیم سے وابستہ ہیں) ٹھنڈے پیٹوں ہضم کر گئے۔ حدود آرڈیننس کی منسوخی اور شتر بے مہار آزادی، اختلاط اور بے حیائی کی ترویج کے سارے مرحلے پرویز مشرف کی وردی اور بندوق نے طے کروا دیئے۔ اب آخری پھانس (امریکہ کے گلے کی) انسداد توہین رسالت قانون اور امتناع قادیانیت آرڈیننس ہے۔ اس کی راہ ہموار کرنے کو زبان و بیان سے ہمارے قادیانی بھائی کی اصطلاح سابق (شریف) وزیراعظم نے استعمال کی۔ ڈاکٹر عبدالسلام کو ہیرو بنا کر قوم کے حلق سے یہ زہر اتارنے کی کوشش بھی کر دیکھی (قائداعظم یونیورسٹی کا شعبہ پاکستان پر لعنت بھیجنے والے قادیانی کے نام کر کے)۔

یہاں تک کوئی بڑا طوفان نہ اٹھا۔ اگلے قدم چیکے چیکے اہم ترین مناصب پر قادیانیوں کی تعیناتی تھی۔ سابق وزیراعظم نے جاتے جاتے اسٹیبلشمنٹ سیکرٹری جیسی اہم ذمہ داری قادیانی کو سونپی۔ پرنسپل سیکرٹری بارے بھی وضاحت مطلوب ہے کہ وہ قادیانی ہے۔ (اسلام، 14 اکتوبر۔ مولانا اللہ وسایا) اور تاکیداً نئے وزیراعظم کے لیے انہیں برقرار رکھنے کا حکم نامہ جاری کر کے گئے۔ مانا کہ سویلین حکومت ربڑ سٹمپ ہے۔ لیکن ملک پر حکمران، مقتدر اداروں بارے تو سوال اٹھانا بھی ممکن نہیں۔ قادیانی آسیب پس پردہ ہر جا سر سرا رہا ہے۔ ملک یوں بھی زلزلہ براندام ہے۔ احسن اقبال کی شدید عالم اضطراب و ہیجان میں بلائی گئی پریس کانفرنس جس کا عنوان ہی ریاست کے اندر ریاست کی عمل داری کا سوال تھا۔ (احتساب عدالت پر رینجرز کی تعیناتی اور وزیر داخلہ کی بے دخلی! اور سول حکومت کو اس کی اوقات کی یاد دہانی!) امریکہ کی گھرکیوں اور افغانستان و بھارت کے مشترکہ پاکستان مخالف عزائم کے تناظر میں کیا ہم عوام کی دکھتی رگ چھیڑنے کی متحمل ہوسکتے ہیں؟ اس وقت سول ملٹری حکومت کا مخمصہ یہ ہے کہ کمبل ہمیں چھوڑنے پر تل گیا ہے اور ہم کمبل کو چھوڑیں تو ہمارے بڑوں کے شکم پر ضرب پڑتی ہے۔ سوا سے بچانے، ڈالروں کی بحالی کے لیے کسی بھی حد تک جانے کے لیے تیار ہیں۔

تین درجن ارکان کی طویل فہرست انتخابی اصلاحات کمیٹی سے منسلک ہے۔ مسلم عوام کے اہم ترین نظریاتی حق کے تحفظ سے بیک وقت سبھی عاری رہے؟ ختم نبوت جیسے حساس موضوع پر یہ تجاہل عارفانہ؟ ارکان کی کارکردگی پر یہ سوالیہ نشان ہے کہ قادیانیوں بارے دو وضاحتی شقیں نکال دیں، ایک پوری سطر نے حلف نامے کی عبارت سے کھلواڑ کیا اور وہ صرف کلر کی غلطی ٹھہرا دی گئی؟ جب کہ بلوں، قراردادوں، قانونی عبارات میں الفاظ کا انتخاب ہی اہم ترین ہوا کرتا ہے۔ اسی پر بے شمار لے دے اور وقت صرف ہوا کرتا ہے۔ علماء اور عوام کا یکساں طور پر شدید احتجاج، فوری ردعمل سامنے نہ آتا تو شاید یہ قیامت گزر ہی جاتی! ابھی تو حلفیہ کہنے کے الفاظ برقرار ہیں اور نام نہاد حلف ناموں پر اعلیٰ مناصب پر کیے جارہے ہیں۔ اگر یہ آڑ بھی ہٹ گئی تو باقی کیا بچے گا؟ پہلے ہی کہاں کے صادق و امین ہیں۔ صداقت و دیانت کا اس کوچے سے گزر کہاں! پاکستان کی زمین اہل ایمان کے لیے تنگ کرتے جایئے۔ فورتھ شیڈول میں لے جا بٹھایئے۔ زندانوں میں، عقوبت خانوں میں ٹھونسیے۔ جعلی پولیس مقابلوں میں بلا نام ونشان مار پھینکیے۔ اڑھائی ہزار سال کی زندگی لے کر کوئی نہیں آیا۔ قبروں میں تنہا اترنا ہے جلد یا بہ دیر۔ یہ دنیا اتنی ہرجائی ہے کہ بڑے بڑے نامیوں کو کندھوں پر اٹھا کر قبروں میں لے جا اتارتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ کیا دے گی؟ دو دن اخباروں میں نام۔ تذکرہ۔ تعزیتی ریفرنس۔ پھول چکر۔ موم بتیاں جلانے کا نیا چلن۔ قبروں میں سیکرٹری، حاجب و دربان تک تو ساتھ نہیں جاتے۔ نہ ہی اندر کے لیے فائر بریگیڈ کا کوئی دستہ تعینات ہوتا ہے۔ ایریل شیرون جیسے اپنی قوم کے ہیرو کا نہ ہوا۔ دو منٹ کی خاموشی، قومی پرچم سرنگوں اور کہانی ختم! پناہ بخدا۔ دنیا قطرے کے برابر تھی۔ ختم ہوگئی۔ آخرت جوابدہی ...... جزاوسزا...... سمندر کے برابر کھربوں سال سے بھی زیادہ لامنتہا زندگی! نبی صادق ﷺ کے فرمان کے مطابق (مسلم)۔ قطرے بھر زندگی میں لامنتہا خواہشات کے ٹائی ٹینک اتارتے تاریخ پاکستان کے بڑے زورآور حکمران جا سوئے۔ آگے سمندر برابر زندگی میں کاغذ کی ناؤ برابر سامان کی فکر نہ کی؟

آج بھی پاکستان، امت مسلمہ کی زبوں حالی کی واحد وجہ "حب الدنیا و کراھیتہ الموت" حدیث میں مذکور وھن کی بیماری ہے۔ (ابوداؤد) آخرت پر ایمان کھو چکے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں، سیاستدانوں، طاقتوروں کے اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی حکمرانی مابین جوہری فرق اصلاً یہی ہے۔ وہ اللہ کے حضور جوابدہی کے خوف سے لرزاں و ترساں رہے۔ یہ آخرت کو ناک پر بیٹھی مکھی اڑا دینے برابر آسان سمجھے بیٹھے ہیں!

اپنے ہرجائی دوست کے ہاں مکافات عمل کا تسلسل ملاحظہ ہو۔ امریکہ اپنے طول وعرض میں ابھی خوفناک طوفانی تھپیڑوں اور آگ لگے جنگلوں (وسیع علاقوں پر محیط) سے نمٹا نہ تھا کہ امریکی تاریخ کے سب سے بڑے قتل عام کا ناگہانی سامنا کرنا پڑ گیا۔ لوک موسیقی پر جھومتے ہزاروں کے عیش وطرب میں ڈوبے ہنستے مسکراتے مجمعے پر ایک 64 سالہ سفید فام امریکی نے اندھا دھند گولیاں برسا کر 59 کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ 520 زخمی ہوئے۔ نیواڈا ریاست کا چمکتے دمکتے ہوٹلوں، جوئے کے عالمی شہرت کے مراکز والا تفریحی، سیاحی جگمگاتا شہر لاس ویگاس

خونچکاں اندھیروں میں ڈوب گیا۔ مارنے والا کون تھا؟ مسلمان نہیں تھا! اس لیے سفاکی، وحشت اور بربریت کے اس ہولناک واقعے کو عالمی میڈیا، امریکی حکومت نے دہشت گردی نہیں کہا۔ (کیا ہم اتنے کند ذہن ہیں کہ 17 سالوں میں سمجھ نہیں پائے کہ دہشت گردی سے مراد اسلام اور جہاد ہے۔ ہم احمقوں کی طرح انہی کی صف میں کھڑے ہو کر یہ کفریہ اصطلاح استعمال کرتے جا رہے ہیں!)۔ ہوٹل کی 32 ویں منزل کے کمرے سے 42 جدید پستولوں اور اسلحے کے انبار پر بیٹھ کر پورے اطمینان سے نیچے نہتے عوام الناس پر گولیاں برسا دیں! ٹرمپ نے کہا: یہ شیطانی عمل ہے۔ گویا یہ شیطان کا فرینڈلی فائر تھا جو اس نے بلاسبب اپنوں ہی پر برسا دیا؟ ٹرمپ نے کہا: ہمارا پالا ایک نہایت ہی مریض (ذہنیت) شخص سے پڑا ہے۔ یہ شخص امریکہ کا حقیقی چہرہ ہے۔ نیواڈا وہی ریاست ہے جہاں سے وڈیو گیم کی طرز پر کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے امریکی فوجی ڈرون حملوں سے دنیا بھر میں موت برساتے رہے۔ افغانستان، پاکستان (400 ڈرون حملے!) یمن، صومالیہ میں اسی طرز بلاتمیز ہزاروں پر ناگہانی موت برسائی۔ امریکہ میں آج کل ہیلووین پیریڈیں ہو رہی تھیں۔ جابجا بلاؤں کا تفریحی دن منایا جا رہا تھا...... تم دنیا پر خود ایک دیوانی بلا بن کر مسلط تھے۔ اب تمہیں حقیقی ہیلووین کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ پورٹوریکو تا فلوریڈا، ہوسٹن اور اب لاس ویگاس۔

المیہ تو یہ ہے کہ یہ زندگی، اس کے مقصد اپنی شناخت سے ناآشنا نسلیں۔ کھالے، پی لے، جی لے والی۔ بے جہت، تشنہ رو، خالی ایاغ نسلیں۔ ہم نے ان سے تو مادی آسائشوں سے آلائشوں تک سبھی کچھ درآمد کیا، برتا! لیکن جو قیمتی ترین متاع...... خدا شناسی اور خود شناسی کی ہمیں عطا ہوئی تھی...... مارے گھگھیاہٹ و مرعوبیت کے انہیں اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی! الا یہ کہ یوآن ریڈلی (مریم) طالبان کو بچشم سر دیکھ کر ایمان لے آئی۔ یا اسی جیسے اور بہت سے سلیم الفطرت مغربی، رب کو پا گئے۔ ہم گوروں سے بڑھ کر گورے بننے کے خبط میں اپنی بھی چال بھول گئے۔ دنیا خودکشی کے دہانے پر جا پہنچی ہے۔ شمالی کوریا تا امریکہ تا شام تا میانمر! مجرم ہمی ہیں۔

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیمؑ پدر اور پسر آزر ہیں

خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبۂ اوّل

حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''تم لوگوں نے مجھے امیر بنایا ہے اگرچہ میں اس قابل نہیں تھا۔ اب اگر میں بھلائی کروں تو تم میری مدد کرنا اور اگر برائی کروں تو میری سرزنش کرنا۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ تم میں سے ضعیف لوگ میرے نزدیک اس وقت تک قوی ہیں جب تک میں ان کا حق نہ دلوا دوں۔ (ان شاء اللہ) اور تمہارے قوی میرے لیے ضعیف ہیں جب تک کہ ان سے دوسروں کا حق نہ دلوا دوں۔ (ان شاء اللہ)۔ جس قوم نے جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا وہ ذلیل ہو گئی۔ جس قوم میں بدکاری پھیل گئی اللہ تعالیٰ نے اس کو بلا میں گرفتار کر دیا۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کروں تم میری اطاعت کرنا اور جب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں، (العیاذ باللہ) تو میری اطاعت تم پر واجب نہ رہے گی۔ بس چلو نماز پڑھو۔ خداوند تعالیٰ تم پر رحم فرمائیں۔''

دوسری روایت میں انہوں نے مزید فرمایا:

واللہ مجھے دن رات میں کبھی امارت کا شوق نہیں ہوا۔ نہ میں نے اس کی حرص کی، نہ میں نے اللہ سے اس کی ظاہر و باطن میں دعا مانگی۔ اصل یہ ہے کہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں فتنہ نہ پیدا ہو جائے ورنہ مجھے خلافت میں کوئی راحت نہیں۔ مجھے ایک بہت بڑا کام سپرد کر دیا گیا ہے اور میری گردن میں طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا گیا ہے مگر مجھے اللہ پر پورا بھروسا ہے۔

دعوتِ فکر!

خلفیہ راشد کے اس خطبہ کی روشنی میں مسلمانوں کے امیر میں جو اوصاف نظر آتے ہیں ان کو آج کے عالم اسلام کے تمام حکمرانوں میں تلاش کر کے دیکھئے۔ کیا یہ اوصاف یا ان کا کوئی عکس بھی ان حکمرانوں میں موجود ہے؟ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو اس خلافت کے قیام کے لیے کیا ہم میں تڑپ پیدا نہیں ہونی چاہیے جس کے نتیجے میں ہمیں ایسے حاکم میسر آئیں جن میں اِن اوصاف کی کوئی جھلک تو ہو۔

اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

محمد نجیب قاسمی سنبھلی

قرآن کیا ہے؟

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انس وجن کی رہنمائی کے لیے آخری نبی حضور اکرم ﷺ پر وحی کے ذریعہ عربی زبان میں 23 سال کے عرصہ میں نازل فرمایا، قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، مخلوق نہیں اور وہ لوح محفوظ میں ہمیشہ سے ہے۔

قرآن کے نزول کا مقصد؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہی اس کتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورۃ البقرۃ آیت) یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے (اللہ سے) ڈر رکھنے والوں کے لیے۔

قرآن کریم کس طرح اور کب نازل ہوا؟

ماہ رمضان کی ایک بابرکت رات لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے سماء دنیا (زمین سے قریب والا آسمان) پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بعد حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوتا رہا اور تقریباً 23 سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔ قرآن کریم کا تدریجی نزول اُس وقت شروع ہوا جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ قرآن کریم کی سب سے پہلی جو آیتیں غارِ حرا میں اتریں وہ سورۂ علق کی ابتدائی آیات ہیں: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ O خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ O اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ O﴾ ”پڑھو اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو منجمد خون سے پیدا کیا۔ پڑھو، اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کریم ہے۔“ اس پہلی وحی کے نزول کے بعد تین سال تک وحی کے نزول کا سلسلہ بند رہا۔ تین سال کے بعد وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا آپ ﷺ کے پاس آیا اور سورۃ المدثر کی ابتدائی چند آیات آپ ﷺ پر نازل فرمائیں: ﴿يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ O قُمْ فَاَنْذِرْ O وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ O وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ O وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ O﴾ ”اے کپڑے میں لپٹنے والے۔ اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو۔ اور اپنے پروردگار کی تکبیر کہو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور گندگی سے کنارہ کرلو۔“ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی وفات تک وحی کے نزول کا تدریجی سلسلہ جاری رہا۔

قرآن کریم کس طرح ہمارے پاس پہنچا؟

قرآن کریم ایک ہی دفعہ میں نازل نہیں ہوا بلکہ ضرورت اور حالات کے اعتبار سے مختلف آیات نازل ہوتی رہیں۔ قرآن کریم کی حفاظت کے لیے سب سے پہلے حفظ قرآن پر زور دیا گیا، چنانچہ خود حضور اکرم ﷺ الفاظ کو اسی وقت دہرانے لگتے تھے تاکہ وہ اچھی طرح یاد ہو جائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوئی کہ عین نزول وحی کے وقت جلدی جلدی الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ خود آپ میں ایسا حافظہ پیدا فرما دے گا کہ ایک مرتبہ نزول وحی کے بعد آپ اسے بھول نہیں سکیں گے۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ پہلے حافظ قرآن ہیں۔ پھر آپ ﷺ صحابۂ کرام کو قرآن کے معانی کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ انہیں اس کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے۔ خود صحابۂ کرام کو قرآن کریم یاد کرنے کا اتنا شوق تھا کہ ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتا تھا۔ چنانچہ ہمیشہ صحابۂ کرام میں ایک اچھی خاصی جماعت ایسی رہتی جو نازل شدہ قرآن کی آیات کو یاد کرلیتی اور راتوں کو نماز میں اسے دہراتی تھی۔ غرضیکہ قرآن کی حفاظت کے لیے سب سے پہلے حفظ قرآن پر زور دیا گیا اور اُس وقت کے لحاظ سے یہی طریقہ زیادہ محفوظ اور قابل اعتماد تھا۔

قرآن کریم کی حفاظت کے لیے حضور اکرم ﷺ نے قرآن کریم کو لکھوانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا چنانچہ نزول وحی کے بعد آپ کاتبین وحی کو لکھوا دیا کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرماتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔ اس زمانہ میں کاغذ دستیاب نہیں تھا اس لیے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانور کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں۔ کاتبین وحی میں حضرت زید بن ثابت، خلفائے راشدین، حضرت ابی بن کعب، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت معاویہ ؓم کے نام خاص طور پر ذکر کیے جاتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جتنے قرآن کریم کے نسخے لکھے گئے تھے وہ عموماً متفرق اشیاء پر لکھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد خلافت میں جب جنگ یمامہ کے دوران حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی تو حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کروانے کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ ابتدا میں اس کام کے لیے تیار نہیں تھے لیکن شرح صدر کے بعد وہ بھی اس عظیم کام کے لیے تیار ہوگئے اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت ؓ کو اس اہم وعظیم عمل کا ذمہ دار بنایا۔ اس طرح قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا اہم کام شروع ہوگیا۔

حضرت زید بن ثابت ؓ خود کاتب وحی ہونے کے ساتھ پورے قرآن کریم کے حافظ تھے۔ وہ اپنی یادداشت سے بھی پورا قرآن لکھ سکتے تھے، اُن کے علاوہ اُس وقت سینکڑوں حفاظ قرآن موجود تھے، مگر انہوں نے احتیاط کے پیش نظر صرف ایک طریقہ پر بس نہیں کیا بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لے کر اُس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفے میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔ اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے قرآن کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں، وہ مختلف صحابۂ کرام کے پاس محفوظ تھیں، حضرت زید بن ثابت ؓ نے انہیں یکجا فرمایا تاکہ نیا نسخہ ان ہی سے نقل کیا جائے۔ اس طرح خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد خلافت میں قرآن کریم ایک جگہ جمع کردیا گیا۔

جب حضرت عثمان غنی ؓ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر دور دراز عجمی علاقوں تک پھیل گیا تھا۔ ہر نئے علاقہ کے لوگ ان صحابہ وتابعین سے قرآن سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی۔ صحابۂ کرامؓ نے قرآن کریم حضور اکرم ﷺ سے مختلف قراءتوں کے مطابق سیکھا تھا۔ اس لیے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا جس کے مطابق خود

انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پڑھا تھا۔ اس طرح قراءتوں کا یہ اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچ گیا۔ لوگوں نے اپنی قراءت کو حق اور دوسری قراءتوں کو غلط سمجھنا شروع کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اجازت ہے کہ مختلف قراءتوں میں قرآن کریم پڑھا جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ اُن کے پاس (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تیار کرائے ہوئے) جو صحیفے موجود ہیں، وہ ہمارے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں ایک کمیٹی تشکیل دے کر ان کو مکلف کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحیفہ سے نقل کر کے قرآن کریم کے چند ایسے نسخے تیار کریں جن میں سورتیں بھی مرتب ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کے چند نسخے تیار ہوئے اور ان کو مختلف جگہوں پر ارسال کر دیا گیا تاکہ اسی کے مطابق نسخے تیار کر کے تقسیم کر دیے جائیں۔ اس طرح امت مسلمہ میں اختلاف باقی نہ رہا اور پوری امت مسلمہ اسی نسخہ کے مطابق قرآن کریم پڑھنے لگی۔ بعد میں لوگوں کی سہولت کے لیے قرآن کریم پر نقطے وحرکات (یعنی زبر، زیر اور پیش) بھی لگائے گئے، نیز بچوں کو پڑھانے کی سہولت کے مدنظر قرآن کریم کو تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا۔ نماز میں تلاوت قرآن کی سہولت کے لیے رکوع کی ترتیب بھی رکھی گئی۔

قرآن کریم کا ہمارے اوپر کیا حق ہے؟

1) تلاوت قرآن: احادیث میں تلاوت قرآن کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الٓمٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ)) (ترمذی)

”جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ ”ا“ ایک حرف ہے، ”ل“ ایک حرف ہے اور ”م“ ایک حرف ہے۔“

(2) حفظ قرآن: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ پس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں تو آخری آیت پر پہنچے۔ (صحیح مسلم)

(3) قرآن فہمی: چونکہ قرآن کریم کے نزول کا اہم مقصد بنی نوع انسان کی ہدایت ہے اور اگر سمجھے بغیر قرآن پڑھا جائے گا تو اس سے ثواب حاصل ہو جائے گا لیکن قرآن پاک کا ایک اہم مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم علماء کرام جنہوں نے قرآن وحدیث کو سمجھنے اور سمجھانے میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ لگایا، ان کی سرپرستی میں قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جس ذات عالی پر قرآن کریم نازل ہوا اس کے اقوال وافعال کے بغیر قرآن کریم کو کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے، ایک آیت پیش ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝﴾ (النحل:44)

”یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے تاکہ لوگوں کی جانب جو حکم نازل فرمایا گیا ہے، آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔“

لہٰذا ہم روزانہ تلاوتِ قرآن کے اہتمام کے ساتھ کم از کم علماء کرام وائمہ مساجد کے درس قرآن میں پابندی سے شریک ہوں۔

(4) العمل بالقرآن: یہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت کی تطبیق ہے اور اسی میں بنی نوع انسانی کی دنیاوی واخروی سعادت مضمر ہے، اور نزول قرآن کی غایت ہے۔ اگر ہم قرآن کریم کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہیں تو گویا ہم قرآن کریم کے نزول کا سب سے اہم مقصد ہی فوت کر رہے ہیں۔ لہٰذا جن امور کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو بجالائیں اور جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے رک جائیں۔

(5) قرآنی پیغام کو دوسروں تک پہنچانا: امت مسلمہ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی کہ اپنی ذات سے قرآن وحدیث پر عمل کر کے اس بات کی کوشش وفکر کی جائے کہ ہمارے بچے، خاندان والے، محلہ والے، شہر والے بلکہ انسانیت کا ہر ہر فرد اللہ کو معبود حقیقی مان کر قرآن وحدیث کے مطابق زندگی گزارنے والا بن جائے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اچھائیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا) کی ذمہ داری کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار بیان کیا ہے۔ سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی کامیابی کے لیے چار صفات میں سے ایک صفت دوسروں کو حق بات کی تلقین کرنا ضروری قرار دیا۔ لہٰذا ہم احکام الٰہی پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی ان پر عمل کرنے کی دعوت دیں۔

اگر ہم حقیقی معنوں میں دونوں جہاں میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن وحدیث کی طرف لوٹ کر آنا ہوگا، ہمیں قرآن کریم سے اپنا رشتہ جوڑنا ہوگا، جو تلاوت، حفظ، تدبر اور عمل بالقرآن سے ہی ممکن ہے۔

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ”قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی“ میں

20 تا 22 اکتوبر 2017ء (بروز جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

نقباء کورس

(نئے ومتوقع نقباء کے لیے) کا انعقاد ہو رہا ہے،

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-0111956، 021-36823201

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: (042)36316638-36366638

نکاح کی اہمیت

مولانا محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ

ازدواجی زندگی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الروم کی آیت 21 میں جہاں اپنی دوسری نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے وہاں اس نعمت کا بھی ذکر فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے: ”اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے ہی نفوس میں سے تمہارے لیے بیویوں کو پیدا کیا تاکہ تمہیں سکون حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان محبت پیدا کردی۔“

سورۃ الاعراف میں ہے: ”وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ تم اس سے سکون حاصل کرسکو۔“ (آیت:189)

سورۃ النور میں نکاح کرنے کی بھی ترغیب دی گئی ہے اور نکاح کرانے کی بھی، فرمایا: ”اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کردیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں نکاح کردیا کرو۔“ (آیت:32)

یہاں ذہن میں ایک سوال پیدا ہوسکتا تھا کہ جس کا نکاح ہم کروا رہے ہیں اگر اس کے مالی حالات اچھے نہ ہوں تو وہ اپنے اخراجات کہاں سے پورے کرے گا۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ ”اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔“ (سورۃ النور:32)

یہ عجیب بات ہے کہ نکاح کی وجہ سے انسان کے اخراجات اور مالی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوجاتا ہے لیکن گھر میں اہلیہ اور اولاد کے آنے کے بعد رزق میں برکت ہوجاتی ہے، کہاں تو یہ حال تھا کہ اکیلے کی ضروریات بھی پوری نہیں ہوتی تھیں اور کہاں اب یہ صورت ہے کہ وہ اپنے کنبہ کے دس افراد کے اخراجات بسہولت پورے کر لیتا ہے، اسی لیے فقر وفاقہ کے اندیشہ سے اولاد کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

عرض یہ کیا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ازدواجی زندگی کو ایک نعمت قرار دیا ہے اور نکاح کرنے اور کرانے کی ترغیب دی ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے نکاح والی زندگی گزاری، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے، آخرت کی فکر رکھنے والے، انسانیت کی فلاح وبہبود کے درد کی وجہ سے تڑپنے، بلکنے اور رونے والے تھے، اس کے باوجود انہوں نے نکاح کیے اور بیوی بچوں کے حقوق بطریق احسن ادا کیے۔ سورۃ رعد میں ہے: (اے محمدؐ!) ہم نے آپ سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے اور ان کو بیویاں اور اولاد بھی دی تھی۔“ (آیت:37)

ایک حدیث میں سرور عالم ﷺ نے چار چیزوں کو انبیاء کی سنت فرمایا ہے:

☆ پہلی چیز حیا ہے، کسی حدیث میں حیاء کو ایمان کا ایک شعبہ اور کسی حدیث میں حیا اور ایمان کو دو ایسے ساتھی فرمایا گیا ہے جو اکٹھے ہی رہتے ہیں، ایمان ہوگا تو حیا بھی ہوگی اور اگر کوئی شخص حیا سے محروم ہے تو اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

☆ دوسری چیز خوشبو لگانا ہے۔ سارے انبیاء کرام علیہم السلام خوشبو استعمال کرتے تھے۔ حضور ﷺ بھی بہترین خوشبو استعمال کرتے تھے۔

☆ انبیاء کی تیسری سنت مسواک کرنا ہے، حضور اکرم ﷺ کی نظر میں مسواک کی اس قدر اہمیت تھی کہ آپ نے فرمایا: ”اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں سب کو مسواک کا حکم دیتا۔“

☆ انبیاء کرام علیہم السلام کی چوتھی سنت نکاح کرنا ہے، متعدد انبیاء نے ایک سے زائد نکاح کیے اور خود سید الانبیاء ﷺ نے گیارہ شادیاں کیں اور آپ کی نو حرم تاحیات زندہ رہیں۔ نکاح کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ پر لازم ہے یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، وہ مکاتب جو بدلہ کتابت ادا کرنا چاہتا ہو اور تیسرا وہ شخص جو پاک دامنی کی زندگی گزارنا چاہتا ہو۔ (جامع ترمذی)

صحیح بخاری میں ہے رسول اکرم ﷺ نے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ نکاح کرلے اس لیے کہ نکاح سے نظر اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔“

جس کے دل میں خوف خدا ہو اور وہ حلال کی قدر وقیمت جانتا ہو، نکاح کے بعد اس کی نظریں جھک جاتی ہیں، غیر محرموں کی طرف نہیں اٹھتیں، وہ تاک جھانک سے باز آجاتا ہے، شرم گاہ کی بھی حفاظت ہوجاتی ہے اور یہ حفاظت کوئی معمولی چیز نہیں، ایک حدیث میں ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

کتنی بڑی ہے یہ ضمانت؟ اور کتنا عظیم ہے ضامن؟ کون سا مسلمان ہوگا جس کے دل میں یہ ضمانت حاصل کرنے اور زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کا داعیہ پیدا نہیں ہوگا؟ اور نکاح ایسی چیز ہے کہ حلال پر اکتفا کرنے والوں کے لیے اس کی وجہ سے پاک دامنی کی زندگی گزارنا آسان ہوجاتا ہے البتہ جن کی جبلت میں خباثت ہوتی ہے اور جن کا طبعی میلان حرام ہی کی طرف ہوتا ہے وہ نکاح کے باوجود بدنظری اور بدکاری میں مبتلا رہتے ہیں۔

معاشرے کو نجاست اور بے راہ روی سے بچانے کے لیے شریعت نے عقدِ نکاح کو آسان تر بنایا ہے اور حکم دیا ہے کہ جب مناسب رشتہ سامنے آجائے تو نکاح میں تاخیر نہ کی جائے ورنہ اس تاخیر کے بھیانک نتائج سامنے آئیں گے، ترمذی میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جب تمہارے سامنے کوئی ایسا رشتہ آئے جس کا دین اور سیرت وکردار تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کرلو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ وفساد پھیل جائے گا۔“

اس فتنہ وفساد کے مناظر ہم گلی کوچوں، شہروں اور دیہاتوں میں اپنی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ میڈیا ہمیں آئے دن ہوشربا داستانیں سناتا رہتا ہے، خفیہ تعلقات اور آشنائیاں، گھروں سے فرار، خاندان سے بغاوت، کاروکاری اور غیرت کے نام پر قتل، عزت وناموس کی پامالی، ڈھلتی جوانیاں، خزاں زدہ چہرے، اجڑتے گھر، کچہریوں اور تھانوں کے چکر......

یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن اس کے سدباب کے لیے مؤثر تدبیر نہیں ہو رہی۔ حالات ومشاہدات ہمارے آقا ﷺ کے فرمان کی تصدیق کر رہے ہیں، جب ہم نے حیلوں بہانوں سے مناسب رشتے بھی ٹھکرانے شروع کر دیئے تو ہر طرف فتنہ وفساد برپا ہوگیا۔ کاش ہم جان سکیں کہ نکاح صرف توالد وتناسل اور قضائے شہوت ہی کا ذریعہ نہیں بلکہ تکمیل ایمان کا بھی سبب ہے۔ مشکوٰۃ کی حدیث ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب بندہ نکاح کر لیتا ہے تو اس کا آدھا دین کامل ہوجاتا ہے۔ اب اسے باقی آدھے دین کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔“

☆☆☆

Israel's Dystopic Prison Initiative

The Israeli economy is composed of several sectors, yet it is in the war, security and incarceration industries that the Zionist state truly excels.

Israel is one of the world's main arms dealers. It has a shady history of selling weapons to some of the most brutal regimes and militias. For decades, Israel's arms industry has fueled wars and crises throughout the globe, which has resulted in thousands of victims. Only recently, Israeli weapons sales to Myanmar were the subject of intense debate and condemnation due to the ongoing ethnic cleansing of the Rohingya people carried out by the Burmese regime.

Israel is also a leader in security services. American police and other security forces regularly receive training in Israel, despite, or likely because, of its long history of occupation, repressive practices and human rights abuses.

Israel has served as an inspiration for the most regressive, xenophobic and oppressive policies and ideologies. In fact, American President Donald Trump and Israeli Prime Minister Benjamin Netanyahu have very similar visions for a future dominated by ethnocentric, hyper-militarized, privatized and corporate-controlled economies that benefit their rich friends at the expense of the commons, with an emphasis on a continued impoverishment of the global south and disenfranchisement of black, brown, indigenous and immigrant communities.

Recently, the Israeli government announced a dystopic initiative. According to Walla News, Minister of Internal Security Gilad Erdan and the President of Bar-Ilan University Arie Zaban are collaborating on a "university teaching prison", in the same format as university teaching hospitals.

The prison will be managed by the Israeli Prison Service and academics from Bar Ilan University will have free reign to conduct "experiments" and other ventures (unspecified). Erdan added that he believes the new university prison will "inspire other countries".

This new venture is in line with Israel's continued economic interest in imprisonment and wall-building. After all, it has decades of experience with the mass incarceration of Palestinians, has built a 422 mile-long annexation wall that cuts off and impoverishes the Palestinian population of the West Bank while stealing many of its vital resources, and is actively maintaining the largest modern open air prison – Gaza.

Erdan's and Zaban's initiative is cynical and dystopic on multiple levels. First, it appears that its goals are primarily economic, not humanitarian. This means that profit will be placed before people, i.e. human rights. The notion of turning an entire subclass of society, the incarcerated, into an "industry" that should be studied and experimented on in an academic setting is, in fact, the normalization and even glorification of modern-day slavery, and ultimately caters to the private prison industry.

Second, "experiments" conducted in a prison setting have a very dark history, including the infamous case of Jewish prisoners in German camps during World War 2, e.g. Josef Mengele in Auschwitz. A recent case that involved a collaboration between an academic association (the American Psychological Association), the US Department of Defense and the CIA clearly demonstrated the dangers of such ventures.

Finally, the academicization of imprisonment focuses on- and promotes resolving the symptoms of a diseased society, instead of working on healing its pathology. In contrast to the provably effective approaches of prevention, decriminalization, humane rehabilitation and mental healthcare, Israel's new and inherently immoral venture seeks to perfect and model the profit-making industry of mass incarceration and maximize the exploitation of imprisoned populations, at the expense of their human rights.

Source: ***adapted from an article in CounterPunch***

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِى السِّلۡمِ كَآفَّةً﴾

تنظیمِ اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

24، 25، 26 نومبر 2017ء

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام **مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور**

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتۡ مَحَبَّتِىۡ لِلۡمُتَحَابِّيۡنَ فِىَّ وَالۡمُتَجَالِسِيۡنَ فِىَّ وَالۡمُتَزَاوِرِيۡنَ فِىَّ وَالۡمُتَبَاذِلِيۡنَ فِىَّ))

''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت لازم ہوگئی ان کے لیے جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے اور مل بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات (کے لیے سفر اختیار کرتے) اور ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔''

(مستدرك حاكم، كتاب البر والصلة، موطا امام مالك كتاب الشّعر، باب السّنة فى الشّعر)

تمام رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے

تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی فون: 36316638-36293939(042) 36366638

VOL : 26 Regd. C.P.L NO. 114 No.40
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore